اسلام کی و نسل

عظیم خواتین

اتحادیه انجمن های اسلامی دانشجویان ایرانی هند

کمیته برگزاری روز زن

سال ۱۳۶۹

15-00

اسلام کی دس ۱۰

عظیم خواتین

مولف

عزیز الحسن جعفری

کتاب کا نام	اسلام کی دس عظیم خواتین
مولف	عزیزالحسن جعفری
اشاعت	سنہ ۱۹۹۰ء
تعداد	تین ہزار
ناشر	کمیٹی برگزاری روز زن ہند۔
قیمت	بیس روپے

مطبع۔ جے۔ کے۔ آفسیٹ۔ دہلی ۶

فہرست

بسمہ تعالیٰ

پیش گفتار

کوثر طالب ایثار

انقلاب اسلامی کا اصل پیغام انسانوں کی آزاد سازی ہے اور یہی استوار قوانین و اسلام کا منشاء ہے کہ ہر مکان و زمان میں انسانوں کو تمام چھوٹی بڑی، اندرونی و بیرونی زنجیروں سے چھٹکارا دلا کر خالق کائنات "اللہ" کی بندگی کی طرف لایا جائے۔

رسول اکرم (ص) و خدیجہ کبریٰ کی اکلوتی دختر گرامی حضرت فاطمہ زہرا مرضیہ کا روز ولادت "یوم خواتین" ہے، یہ وہ دن ہے جسے خداوند عالم نے کوثر کے نام سے یاد کیا ہے۔

آستانہ تنظیم مراسم یوم خواتین نے اس موقع پر یہ مناسب سمجھا کہ "اسلام کی دس عظیم خواتین" کے زندگی نامے کو پیش کیا جائے تاکہ اس خطے کی اردو داں خواہران کے لئے یہ پیش کش ثمر بخش قرار پائے۔ امید ہے کہ خواہران عزیز اسلام کی ان عظیم خواتین کی حیات مبارکہ، ان کے اعمال و عبادات و جہاد کی بیشتر معرفت حاصل کر کے، انشاء اللہ انھیں کے مطابق عمل کریں گی اور ان کے طرز حیات کو اختیار کر کے ان کی ہمگام و پیرو بن جائیں گی۔

بزرگوں کی سوانح حیات تاریخ سے حاصل ہوتی ہے مگر درحقیقت ان کی عظمت و بزرگی اور مقام و مرتبہ اس سے بہت بالاتر ہے جو صدیوں کا فاصلہ طے کر کے بزبان تاریخ

ہم کو معلوم ہو سکا ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں اکثر تاریخ ظالم و ستمگر سلاطین کے درباروں میں پناہ گزیں رہتی تھی۔ اور ان بزرگ شخصیات کے ایسے اعمال جو ہمارے لئے باعثِ افتخار ہوتے، دانشمندوں کی نظروں سے لاپرواہی یا ناآگاہی کی بنا پر گزر گئے ——— سمجھیں آپ؟

افسوس! کہ تاریخ اس قدر تاریک ہے کہ شاہانِ وقت کے دنوں، مہینوں اور برسوں سے چپٹی ہوئی نظر آتی ہے، اس میں ستم ظریف و دشمنانِ بشر حکمرانوں کے محلوں کے ہر گوشے کی تفصیل افراط کے ساتھ موجود ہے، ان کی ہزاروں گفتار و بکواس، توصیف جام و شراب، ایوانِ زریں، جواہری تخت، پر لطف رنگین دسترخوان کی تشریحات، اُن کے مارنے، کاٹنے، باندھنے، قتل و غارت کرنے کے واقعات، ان کی گفتگو، شعر و شاعری اور فخر و مباہات کی تفصیلات فراوانی کے ساتھ قلمبند کی گئی ہیں۔

مگر افسوس صد افسوس! کہ اُن کے ہم عصر ایسی عظیم شخصیات جو علم لدنی کی حامل تھیں اور جنھوں نے حصولِ علم کے لئے کسی دنیاوی عالم کے سامنے زانوئے ادب طے نہیں کیا نیز معاصر عالموں، عاملوں، مفکروں اور صاحبان حق و فضیلت عورتوں اور مردوں کی پُرفیض زندگی کے اوراق سے مورخ نے استفادہ نہیں کیا۔ چنانچہ ہمارے لئے ان عظیم پاسدارانِ اسلام کی معرفت کا واحد راستہ، دور رفتہ کے علمارِ اسلام کی وہ قابلِ قدر تالیفات ہیں جو انھوں نے انتہائی عرق ریزی، تلاش و جستجو اور تحقیق کے بعد تحریر فرمائیں۔

طول تاریخ میں ایسی بہت سی شخصیات گزری ہیں اور آج بھی ہیں جو موجب شرف و فضیلت و مجاہدت و شجاعت ہیں اور دین حق کی فداکار ہیں۔ مگر یہ ذوات ہمیشہ اقلیت میں رہی ہیں۔ یہ بزرگانِ دین جو والاصفت انسان اور پیشِ خدا اعلیٰ مقام و مرتبے کے حامل ہیں، ان کی حیات پاک پر نظر کرنے کے بعد یہ نکتہ واضح و آشکار ہو جاتا ہے کہ ان کے اعمال میں اخلاص ہے اور وہ رضائے الٰہی کے لئے ہیں۔ ان بزرگوں میں جس کا جتنا مرتبہ بلند ہے

ان میں، خدائے تبارک و تعالیٰ کے لئے اتنا ہی زیادہ خضوع و خشوع ہے۔

ان چیزوں کا دارومدار اس ذات پر ہے، جو انسان کی حیات اوّلیہ میں غذا فراہم کرتی ہے۔ وہ فطری غذا جسے "شیر مادر" کہا جاتا ہے۔ اس کی گود انسانیت سازی و پرورش و نگارش انسانیت کا اوّلین مکتب ہے۔ اگر امام خمینی (قدس سرہ الشریف) باحیات ہوتے تو مربی و معلمۂ انسانیت "عورت" کی اعلیٰ و ارفع منزلت ظاہر کرنے کے لئے پیامبرانہ طرز میں مزید وضاحت کرتے۔ ہم یہاں آنجناب کا صرف ایک جملہ بیان کرتے ہیں جس سے ان کی نظروں میں عورت کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ انھوں نے فرمایا:

"از دامن زن مرد بہ معراج می رود"

یعنی "عورت کے دامن سے مرد معراج حاصل کرتا ہے"

یہ جملہ عورت کی عظیم منزلت و اہمیت کا پتہ دیتا ہے، اس کے ساتھ اس بات کا بھی متقاضی ہے کہ تاریخ اسلام کی کچھ ایسی عظیم خواتین کے نمونے ہمارے سامنے موجود ہوں جن کی تاسّی کرکے ہم مسلم خواتین اپنی راہ و روش متعین کرسکیں اور اسلام حقیقی کی پیرو بن جائیں نیز اندرونی و بیرونی شیاطین کے خلاف مکتب اسلام کی حفاظت کے لئے مجاہدہ کے فرائض انجام دے سکیں۔ انہی اہداف کے تحت یہ کتاب اردو داں مسلم خواہران کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

امید ہے ہماری یہ کوشش خوانندگان عزیز کے لئے مورد توجہ قرار پائے گی۔ اس کے ساتھ یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ اگر متن کتاب میں کوئی اشتباہ نظر آئے تو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔ نیز ہم اور مؤلف اس کے لئے آپ سے معذرت کر سکیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

شعبہ خواتین

اتحادیہ انجمن ہائے اسلامی دانشجویان اسلامی – اروپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

وہ مالک و خالق کائنات، سزاوار حمد و ثنا ہے جس نے عورت۔ مرد کے جوڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ عورت و مرد دونوں کو ایک ہی نفس سے پیدا کر کے جداگانہ شرف و کمال بخشا۔ اس مادی دنیا میں ان کی ہدایت و رہبری کے لئے ذوات مقدسہ کو خلق کیا۔ جن کی تاسی کر کے ہم اپنی دینی و دنیاوی اصلاح کر سکتے ہیں اور منزل کمال کو پہنچ سکتے ہیں۔

جناب سارہ، جناب مریم، جناب آسیہ وغیرہ عظیم خواتین کا قرآن نے ذکر کیا ہے لیکن ان کا تعلق ایسی شریعتوں سے تھا، جو منسوخ ہو چکی ہیں۔ لہذا انھیں خواتین کے لئے اسوۂ کامل کا درجہ حاصل نہ ہو سکا۔ ظہور اسلام کے بعد ایسی متعدد خواتین صفحۂ تاریخ پر نظر آتی ھیں جنھوں نے اپنے عقیدے اور عزم و عمل سے عظیم کارنامے انجام دیئے۔ مگر ان میں حضرت فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کی سیرت پاک خواتین کے لئے اسوہ کامل ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا (س) کی تاریخ ولادت (۲۰ جمادی الثانی) کی مناسبت سے ہر سال مسلمانانِ عالم "یوم خواتین" مناتے ہیں۔ اور اسی موقع پر یہ کتاب شائع کی جا رہی ہے جس میں اسلام کے لئے عظیم کارنامے انجام دینے والی دس خواتین کا تذکرہ ہے۔ اس میں میرے وہ چار مقالے بھی شامل ہیں جنھیں "انجمن بزم زینب دہلی" کتابچوں کی شکل میں شائع کر چکی تھی۔ اس کے علاوہ نرجس خاتون عنوان کے تحت مقالہ فارسی کتاب منتہی الاعمال سے ماخوذ ہے۔ اُمید ہے کہ مسلم خواتین ان مخدرات کے کارناموں سے درس حاصل کر کے اسلام کے لئے ایسے کارنامے

انجام دیں گی جس پر آئندہ تاریخ کو فخر ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر کچھ ایسی مسلم خواتین ضرور ابھر کر سامنے آئیں گی جو اپنے عزم و حوصلے سے مورخ وقت کو مجبور کر دیں گی کہ وہ ان کا نام تاریخ اسلام میں سنہری حروف سے لکھے۔

امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے خواتین کے متعلق فرمایا:

"زن مربی جامعہ است" یعنی عورت معاشرے کی تربیت کنندہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ عورت ہی نسلِ آدم کی بہترین اُستاد و معمار ہوتی ہے۔ وہ زندگی کی ہر سطح پر اپنے بچّوں، لڑکوں اور مردوں کو تحریک دیتی ہے نیز انکے جہادِ زندگی کی سمت متعین کرتی ہے۔ یہ عورت ہی ہوتی ہے جس کے تربیتی نقوش بچّے کو جلیل یا ذلیل بننے کا حوصلہ دیتے ہیں۔

ہمیں اُمّید ہے کہ مُسلم خواتین حضرت فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) حضرت زینب و اُمّ کلثوم (سلام اللہ علیہما) اور دیگر عظیم خواتین کے کارناموں کا مطالعہ کرکے اپنے اعلیٰ مقاصد و منازل کو متعین کریں گی، اور یہ فیصلہ کر سکیں گی کہ ہمیں کیسی خاتون بننا ہے، جس سے اس دُنیا میں بھی سربلندی حاصل ہو اور بارگاہ احدیت میں بھی سرخرو پہنچیں۔

خداوندِ عالم سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دینِ مُبین اسلام کی خدمت کرنے اور اس پر عمل پیرا رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

والسلام

عزیز الحسن جعفری

اُمّ المومنین حضرت

خدیجہ (س)

بنت خویلد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت خدیجہ (سلام اللہ علیہا)

نام ۔ خدیجہ

کنیت ۔ ام ہند

القاب ۔ ملیکۃ العرب، ملکہ حجاز، ملکہ جلیلہ، سیدۃ نساء الامت، الکبریٰ، الاوّل مسلمہ، الاوّل مومنۃ ۔ وغیرہم ۔

والد ۔ خویلد

دادا ۔ عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی.... عدنان

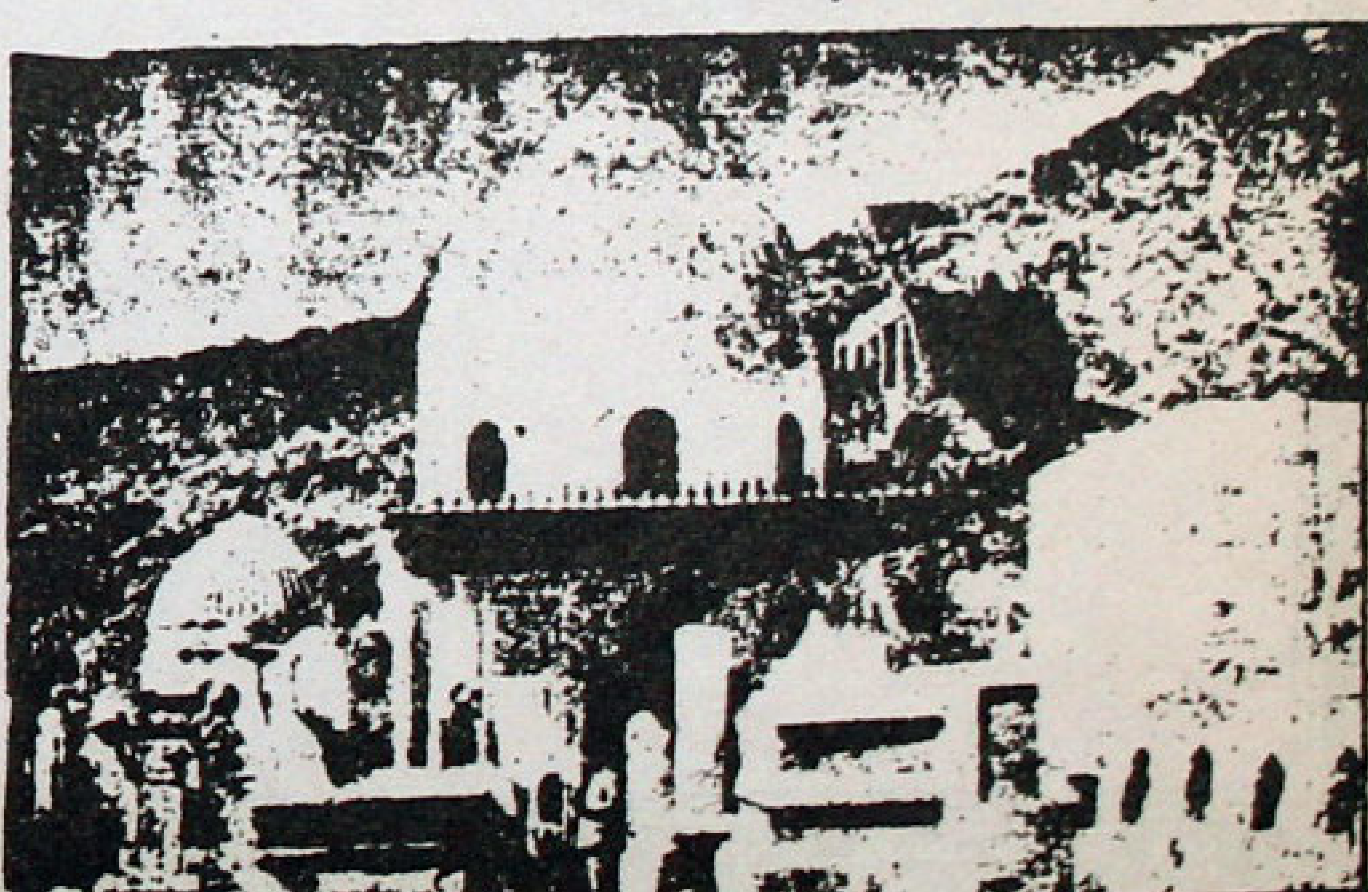
والدہ ۔ فاطمہ

نانا ۔ زایدہ بن فہر بن مالک

تاریخ ومقامِ ولادت ۔ ۱۵ سال قبل از ولادتِ پیغمبرؐ (مکہ)

تاریخ ومقامِ وفات ۔ ۱۰ رمضان سنہ بعثت نبوی (مکہ)

مدفن ۔ قبرستان حجون (جنت المعلیٰ) مکہ



(مزار حضرت خدیجہ قبل از انہدام)

ہو گئے میں نے کھانا کھایا۔ چنانچہ اس نے مسلمان اسیروں کو بہت زیادہ عزیز اور قابلِ قدر سمجھا۔

"چودہ دن گزر گئے کہ وقت شب میں نے خواب میں دیکھا کہ اشرف النساء عالمین حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام مجھے دیکھنے کے لئے آئی ہیں اور حضرت مریمؑ ایک ہزار کنیزانِ حورانِ بہشت کے ساتھ انؑ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ پس حضرت مریمؑ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ خاتون، خیر النساء عالمیان اور تیرے شوہر کی جدہ امجدہ ہیں۔ پس میں نے ان کا دامن پکڑ کر روتے ہوئے شکایت کی کہ امام حسن عسکریؑ نے میرے اوپر جفا کی ہے وہ میری عیادت کے لئے تشریف نہیں لائے۔ انھوں نے فرمایا۔ کہ میرا فرزند تمہیں دیکھنے کے لئے کس طرح آسکتا ہے کیونکہ تم ابھی تک مشرکہ ہو وہ تمہارے مذہب سے بیزار ہے۔ اور یہ میری بہن مریم بنت عمران ہیں، یہ بھی تم لوگوں کے دین میں شرک سے ناراض ہیں۔ اگر تم چاہتی ہو کہ خداوند عالم اور مریمؑ تم سے خوش ہو جائیں اور امام حسن عسکریؑ تمہیں دیکھنے کے لئے آئیں تو کہو!

"اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ جیسے ہی میں نے یہ جملے ادا کئے سیدۃ النساء العٰلمینؑ نے مجھے اپنے سینے سے لگالیا اور فرمایا۔ انتظار کرو۔ میں اپنے فرزند کو تمہارے پاس بھجواتی ہوں۔ میری آنکھ کھل گئی۔ میں سارا دن ان دو کلمہ طیبہ کو زبان سے دہراتی رہی اور انتظار کرتی رہی کہ رات آپہنچی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ خورشید جمال نمودار ہوئے۔ میں نے کہا کہ اے میرے عزیز! اپنی محبت میں اسیر کر کے مجھ پر مفارقت دیدار کی جفا کیوں کی؟ فرمایا کہ میرے دیر سے آنے کی وجہ یہ ہے کہ تم مشرکہ تھیں۔ اب چونکہ تم مسلمان ہو چکی ہو لہٰذا میں اسی رات تمہارے پاس آگیا ہوں۔ اس وقت تک کے لئے جبکہ حق تعالیٰ ہم دونوں کو بظاہر ایک دوسرے سے متصل کر دے۔ اس رات سے آج تک آنحضرتؑ نے ہر ایک شب میرے دردِ ہجر کو شربت وصال کی دوا عطا فرمائی۔"

بشر بن سلیمان نے پوچھا۔ آپ اسیروں کے درمیان کس طرح پہنچیں؟ جواب دیا کہ
"ایک شب خواب میں امام حسن عسکریؑ نے مجھے خبر دی کہ فلاں روز تمہارے جد کا لشکر مسلمانوں سے جنگ کے لئے جائے گا۔ پس اس لشکر کے عقب میں جانا، تم خود کو کنیزوں اور خدمتگاروں میں شامل کر دینا کہ کوئی تمہیں پہچان نہ سکے۔ اور اپنے گھر سے اپنے والد کے پیچھے نکلنا۔ اور فلاں راستہ سے جانا۔ چنانچہ میں نے مسلمانوں کے لشکر کا طلایہ کیا۔ وہاں سے مجھے دیگر کنیزوں کے ساتھ اسیر کر کے یہاں لے آئے کہ تم نے مجھے دیکھا۔ اور اس وقت تک تمہارے علاوہ کسی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ میں بادشاہ روم کی اولاد ہوں۔ وہ پیرمرد جو اپنے حصہ میں بطور کنیز مجھے لایا اس نے مجھ سے نام دریافت کیا۔ میں نے کہا نرجس۔ اس نے کہا۔ یہ تو کنیزوں کے ہی نام ہوتے ہیں۔"

بشر نے کہا! "یہ عجیب بات ہے کہ تم انگریزی اور عربی دونوں زبانوں کو یکساں طور پر جانتی ہو۔" انھوں نے جواب دیا۔ "میرے جد مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، میری خواہش کے مطابق مجھے عربی آداب حسنہ سکھانے کے لئے ایک صاحبہ مقرر کی گئی تھیں جو عربی و انگریزی زبان کی مترجمہ تھیں وہ مجھے عربی لغت سکھانے کے لئے ہر روز صبح و شام آتی تھیں یہاں تک کہ میں عربی زبان بھی سیکھ گئی۔"

بشر کہتے ہیں۔ کہ میں انھیں سر من رائے لے گیا اور خدمتِ امام علی نقیؑ میں پہنچا دیا۔ حضرتؑ نے ان سے سوال کیا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے تم پر عزتِ دین اسلام و مذلتِ دین نصاریٰ اور شرف و فضیلت محمدؐ و آل محمدؑ کو کس طرح منکشف کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ یا بن رسول اللہ میں کس طرح اس چیز کو بیان کر سکتی ہوں جس کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں؟ حضرتؑ نے دریافت فرمایا کہ میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم کس چیز کو زیادہ عزیز رکھتی ہو یہ کہ تمہیں دس ہزار اشرفیاں دے دی جائیں یا یہ کہ ابدی شرف کی بشارت دے دی جائے؟ انھوں نے کہا۔ "مجھے شرف کی بشارت چاہیئے مال نہیں

چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا" تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں ایک ایسے فرزند کی جو دنیا میں مشرق و مغرب کا بادشاہ ہوگا۔ جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اس وقت جبکہ یہ ظلم و جور سے پُر ہوگی"۔ انھوں نے پوچھا یا حضرت اس فرزند کا باپ کون ہوگا؟ فرمایا "وہ ہوگا جس کے لئے حضرت رسالتمآبؐ نے آپ کی خواستگاری کی ہے"۔ ان سے معلوم کیا کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کے وصی نے تمہیں کس کے عقد میں دیا ہے؟ کہا کہ آپ کے فرزند حضرت امام حسن عسکریؑ کے عقد میں۔ حضرتؑ نے دریافت فرمایا۔ کہ تم انھیں پہچانتی ہو؟ انھوں نے کہا۔ "اس وقت سے جبکہ خیر النساء العالمین نے کلمہ پڑھوایا تھا آج تک کوئی بھی رات ایسی نہیں گزری ہے۔ جس میں وہ میرے خواب میں نہ آئے ہوں"۔

حضرتؑ نے اپنے خادم کافور کو طلب کیا اور فرمایا" جاؤ میری بہن حکیمہ خاتون کو بلا لاؤ"۔ جیسے ہی حکیمہ خاتون وارد ہوئیں حضرتؑ نے فرمایا۔ "یہی وہ کنیز ہے جس کا میں نے ذکر کیا تھا"۔ حضرت نے فرمایا کہ "اے دخترِ رسولؐ! انھیں اپنے گھر لے جایئے اور واجبات اور سنّت کی تعلیم دیجئے کہ یہ حسن عسکریؑ کی زوجہ صاحب الامرؑ کی والدہ ہیں"۔

کلینی و ابن بابویہ و شیخ طوسی و سید مرتضیٰ وغیرہ جلیل القدر محدثین نے بسند معتبر حکیمہ خاتون سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت امام حسن عسکریؑ میرے گھر تشریف لائے، نرجس خاتون کو تیز نظر سے دیکھا۔ پس میں نے کہا۔ اگر آپ کو ان کی خواہش ہے تو میں آپ کی خدمت میں ان کو بھیج دوں؟ انھوں نے فرمایا: "اے پھوپی اماں۔ یہ نگاہ تند از روئے تعجب تھی کہ اس کے ذریعہ حقتعالیٰ جلد ہی اس بلند مرتبہ فرزند کو وجود میں لائے گا جو دنیا کو عدل و انصاف سے پُر کر دے گا اس وقت جبکہ دنیا ظلم و جور سے بھری ہوگی"۔ میں نے کہا۔ "تو میں انھیں آپ کی خدمت میں بھیجتی ہوں"۔ فرمایا کہ۔ "میرے پدر بزرگوار سے اس باب میں اجازت حاصل کر لیجئے"۔ حکیمہ خاتون کہتی ہیں

کہ میں نے نرجس خاتون کو اپنے کپڑے پہنائے اور امام علی نقیؑ کے گھران کے ساتھ گئی جیسے
ہی سلام کیا اور بیٹھی کہ کچھ کہوں اس سے پہلے ہی امامؑ نے خود فرمایا کہ "اے حکیمہ نرجس
کو میرے فرزند کے پاس بھیجدو"۔ میں نے کہا "اے برادر عزیز میں اسی مقصد سے آپ کی
خدمت میں حاضر ہوئی تھی کہ آپ سے ان کی رخصت کی اجازت حاصل کرلوں"۔ فرمایا۔
"اے بہن صاحب برکت خدا کا ارادہ ہے کہ وہ تمہیں بھی اس عظیم سعادت میں شامل
کرے اور خیر و سعادت کا بحرِ عظیم تمہارے لئے بھی کرامت فرمائے چونکہ اس معاملہ
سے تمہیں متعلق کیا گیا ہے"۔ جب حکم ہوگیا تو حکیمہ کہتی ہیں کہ میں جلد ہی اپنے گھر
واپس آئی دلہن کو آراستہ کیا اور یہ سعادت میرے گھر ہی انجام پذیر ہوئی۔

چند روز بعد اس سعد اکبر امامؑ کے ہمراہ اس زہرہ جبیں کو ان کے والد بزرگوار
حضرت امام علی نقیؑ کے گھر لے کر گئی کچھ دن بعد دسواں آفتابِ امامت غروب ہوگیا اور گیارہویں امام مسندِ امامت پر جلوہ افروز ہوئے۔
میں حسب عادت خدمت امام البشرؑ میں حاضر ہوتی رہتی تھی۔ پس ایک روز نرجس خاتون
آئیں اور کہا "اے محترمہ خاتون آپ ذرا اپنے پاؤں سیدھے کر دیجئے میں آپ کے جوتے
اتار دوں"۔ میں نے کہا "آپ میرے نزدیک محترم ہیں، آپ عظیم خاتون ہیں، آپ مالکہ ہیں
میں اپنے جوتے اتروانے کے لئے ہرگز اپنے پاؤں سیدھے نہیں کروں گی، میں ہرگز آپ
سے اپنی خدمت نہیں کراؤں گی بلکہ میں آپ کی خدمت کروں گی۔ جب میرے یہ
کلمات امام حسن عسکریؑ نے سنے تو فرمایا: اے پھوپی اماں! خدا آپ کو جزائے خیر عطا
کرے۔ پس میں آنجنابؑ کی خدمت میں تا وقتِ غروبِ آفتاب رہی پھر میں نے اپنی کنیز کو
آواز دی کہ میرا برقعہ وغیرہ لے آ تاکہ میں اپنے گھر جاؤں۔ حضرت نے فرمایا۔ اے عمہ آج
کی شب آپ ہمارے یہاں رک جائیے کیونکہ آج کی رات وہ فرزند گرامی متولد ہونے
والا ہے جس کے ذریعہ حقتعالیٰ زمین کو علم و ایمان و ہدایت سے زندہ کردے گا جبکہ وہ
کفر و ضلالت کی بیماری سے مردہ ہوچکی ہوگی۔ میں نے کہا: اے میرے سید و سردار وہ

اسلامی انقلاب

اور

مسلم خواتین

اسلامی انقلاب میں خواتین کا کردار

انسانیت کے آغاز سے عورت اپنے مردوں کے لئے عمل کے ہر شعبہ میں معاون ثابت ہوئی ہے۔ زندگی کی دشواریوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے زن و مرد ایک اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ایران میں عورتوں نے ڈھائی ہزار سالہ شہنشاہیت پرستی کے ذلیل مثالی پیکر کو چکنا چور کر دیا۔ مغربی اور دنیا کے دیگر فلمی ستاروں کی اندھادھند تقلید کے بجائے وہ جناب فاطمہؑ جناب خدیجہؑ اور حضرت زینبؑ جیسی اسلامی شخصیتوں کے نقش قدم پر چل رہی ہیں۔

ایران میں اسلامی انقلاب کے ابتدائی مراحل کے دوران ایرانی خواتین نے بدکردار شاہی رژیم کے خلاف مختلف مظاہروں میں اپنی اس اخلاقی کایا پلٹ کا ثبوت دیا۔ خواتین اسلامی تحریک میں حصہ لینے کے لئے سڑکوں پر نکل آئیں مگر یا تو وہ چادروں میں لپٹی تھیں یا دوسری وضع کے شرعی لباس میں ملبوس تھیں۔

قرآن آدم و حوّا، نوح اور طوفان کے دوران ان کے خاندان کے واقعات پر روشنی ڈالتا ہے۔ بہت سے ایسے دوسرے قصے ہیں جہاں عورت اور مرد راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں، مثال کے طور پر موسیٰ اور ان کی ماں، عیسیٰ اور ان کی ماں اور دوسرے لوگ۔

محولہ بالا آیتیں دو مختلف انقلابی خواتین کی مثال پیش کرتی ہیں کہ یہ دو

عورتیں صرف میدانِ عقائد ہی میں انقلابی نہیں تھیں بلکہ انھوں نے اپنے عمل سے عقیدوں کا اظہار کیا۔

پہلی مثال زنِ فرعون کی ہے جو انتہائی پریشان کن حالات میں گزر کر رہی تھی، وہ خدا کی سچی عابدہ اور عقیدتمند تھی جس نے اپنے کو غلط کام اور ظالم لوگوں سے بچایا۔

دوسری مثال جناب مریم کی ہے جنھوں نے دشواریوں پر قناعت کرلی، اگرچہ ان کا مشن دوسرا تھا۔ انھوں نے اس زبردست ذمہ داری کو نبھایا جس کے لئے وہ منتخب ہوئی تھیں۔ یعنی خدائی روح کے حصول کے لئے، انھوں نے خدا کے احکامات کو قبول کیا اور وہ اُن خواتین میں سے ایک ہیں جنھوں نے سختی کی راہوں اور سختی کے دنوں میں جہاد کیا۔

یہ دو مثالیں بالکل مختلف انداز کے تعمیری جہاد ہیں۔ پہلا انداز خودسپردگی و تحمّلی کے عالم میں برائیوں سے جنگ کرنا تھا۔ اس بہادر عورت (آسیہ بنت مزاحم) کو ایک ظالم حکمراں کے ماتحت رہنا تھا جو کہ اس کی مرضی کے بالکل برعکس اور اس کے عقائد کا براہ راست مخالف تھا۔

اپنے شوہر کی اطاعت اور اس کے تقاضوں کو پورا کر کے خدا و مخلوق کی عبادت و خدمت کی، اس نے موسیٰ کی ماں اور اس مولود موسیٰ کی مدد کی اور فرعون کے ظلم سے بچایا جو بعد میں نبی کہلایا جانے والا تھا۔ اس نے یاد الٰہی میں سکون پایا وہ مندرجہ ذیل الفاظ دہراتی تھیں۔

"میرے خدا میرے لئے جنّت میں ایک گھر بنادے جس میں تو ہو اور مجھے فرعون اور ظالم عوام سے نجات دلا۔"

جہاد کی راہ میں مریم ایک فعال خاتون تھیں، ایک شریف عورت، انھیں ایک بہت بڑی ذمہ داری عطا کی گئی تھی جسے قبول کیا اور اپنے خدا اور اس کی کتاب کے مطابق حکم بجالائیں۔

تاریخ میں زن و مرد کے اس طرح کے اہم انقلابی افعال بار بار دُہرائے گئے ہیں۔ اسلام کے آغاز میں رسولِ خدا اور ان کی زوجہ جناب خدیجہؑ نے اسلام کی خدمت کی۔ حضرت علیؑ اور ان کی زوجہ جناب فاطمہؑ، امام حسینؑ اور اُنکی بہن زینب اسلام کے جاں نثار زن و مرد ہیں۔ انقلابی

مسلم خواتین مسلمان مردوں کے پہلو بہ پہلو ہیں۔

گذشتہ سالوں میں یہ مثالیں جمہوریۂ اسلامی ایران میں بھی دہرائی گئی ہیں۔ مسلمان خواتین انقلاب سے قبل و بعد ہر سطح پر سیاسی، فرہنگی، فوجی، یا نظامی اور معاشرتی خواہ کوئی شعبہ ہو اپنے مردوں کے ساتھ شریک کار رہی ہیں۔

ان خواتین نے اسلامی اہداف و مقاصد کے حصول کے لئے کامل استحکام کا مظاہرہ کیا۔ انھوں نے اسلامی انقلاب کی مشعل کو روشن رکھنے کے لئے اپنے بھائیوں اور شوہر کو محض اسلام کی خاطر پیش کیا۔ انھوں نے اس انقلاب میں اپنے کردار سے ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ ان کی بہادرانہ کوششیں تاریخ کے صفحات میں تحریر ہیں۔

اگر تاریخ میں ان کے کردار کا تجزیہ کیا جائے تو معاشرہ کی ثقافتی تبدیلی ہی سے ان کی اہمیت اور ان کے اثر و نفوذ کا اندازہ ہوجاتا ہے عورت ہی معاشرہ کو خوش حالی کی طرف لے جاسکتی ہے۔

انقلاب اسلامی سے قبل عورتیں اپنا بیش قیمت وقت اور بیسہ آرائش کے سامانوں کی خرید اور استعمال پر خرچ کرتی تھیں۔ اپنے مہمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے طرح طرح کے کھانے پینے کا انتظام کر کے خوشی محسوس کرتی تھیں۔ کل کی مائیں اپنی اولادوں کو ہوٹلوں کے پر عیش و عشرت ماحول اور گرمی میں سیر و تفریح کے کیمپوں نیز اسی قسم کی جگہوں پر بھیج کر انھیں برباد کر رہی تھیں۔ وہ اپنی اولادوں کو رقص و سرود کی تعلیم کے لئے یورپ بھیجتی تھیں۔

بہرحال اسلامی انقلاب کے بعد وہ خواتین جو مغربی اثرات سے پریشان تھیں انھوں نے ان اخلاقی قدروں کو جو اسلامی ہیں دوبارہ رائج کیا۔ اب ان کی توجہ مادی اور نفسانی قدروں کے اظہار کی طرف نہیں ہے بلکہ یہ معاشرہ میں انسانیت اور اخلاق کا نمونہ ہیں۔

جب ہم ماضی و حال کی ایرانی خواتین کا تقابل کرتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ایرانی سماج میں ان کے مصرفانہ عمل کا بہت ہی اثر تھا۔ آج ایرانی خاتون اپنے کو شاہ کی ظلم رژیم

حضرت خدیجہ (س)

حضرت خدیجہ (س) کی ولادت ۶۸ سال قبل ہجرت مکہ میں ہوئی۔ آپ کا خاندان عزت و عظمت اور حمیت و شرافت میں عظیم شہرت کا حامل تھا۔ حضرت خدیجہ (س) کو قابل ستائش انداز پر پرورش کیا گیا تھا اور اخلاق حسنہ کی تربیت دی گئی تھی۔ انھوں نے اپنی عقل و دانش، عفت و پاکیزگیٔ نفس اور فہم و بصیرت کی وجہ سے نہ صرف اپنے خاندان میں بے مثل و اعلیٰ مقام حاصل کر لیا تھا بلکہ قبائل قریش میں انھیں عزت و عظمت حاصل تھی۔

ظہور اسلام سے قبل خدیجہ (س) کا شمار حجاز کے عظیم تاجروں میں ہوتا تھا۔ وہ ایک متمول قریش خاتون تھیں، تنہا ان کا تجارتی قافلہ سارے قریش کے مجموعی قافلوں سے بڑا ہوتا تھا۔ اسی لیے انہیں ملکہ عرب اور ملکہ حجاز وغیرہ القاب ملے۔ اپنی بے پایاں دولت کے باوجود وہ روز بروز اپنی تجارت میں پیسہ لگا کر جائز طریقہ سے متواتر اس کو فروغ دے رہی تھیں۔ مصدقہ روایات کے مطابق اسی ہزار اونٹ ان کے نوکروں کی تحویل میں تھے، جن کے ذریعہ شام، مصر، اور اتھوپیا وغیرہ سے ان کے تجارتی تعلقات قائم تھے۔

حضرت خدیجہ (س) کو اطلاع ملی کہ محمدؐ ایک قابل اعتماد، سچا، ایماندار اور با اخلاق نوجوان ہے۔ ادھر حضرت ابو طالبؑ نے آپ کو مشورہ دیا کہ اپنے چچا کی مالی مدد کے لئے حضرت خدیجہ (س) کے تجارتی قافلہ میں شرکت کریں۔ ادھر حضرت خدیجہ (س) نے حضرت محمدؐ کے پاس کسی شخص کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو شام کو جانے والے میرے تجارتی قافلہ میں شرکت کر لیجئے۔ آپ نے اس پیشنہاد کو قبول کر لیا۔ اور حضرت خدیجہ (س) کے میسرہ نامی غلام کے ہمراہ عازم سفر شام ہو گئے۔ آنحضرتؐ کا یہ پہلا تجارتی سفر تھا۔ وہاں آپؐ نے سارا مال فروخت کیا نیز مکہ میں جن چیزوں کی ضرورت تھی انھیں خریدا اور

سے آزاد کرانے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔

شاہ کے زمانہ میں عورت کا مطمع نظر مالی مفاد تھا لیکن آج ان کی کوشش ہے کہ ملک کی خدمت میں وہ سبقت لے جائیں۔ ایرانی انقلاب کے رہبر امام خمینی نے عورتوں کے متعلق کہا ہے:

"جمہوریۂ اسلامی ایران میں ملک کی ترقی کے لئے عورتوں کا مردوں کے دوش بدوش تعاون ہوگا۔ یہی مرد اور عورت دونوں کے لئے آزادی کے معنی ہیں"

چنانچہ آج ایران میں عورتیں زندگی کے ہر محاذ پر اپنے بھائیوں کے دوش بدوش مصروفِ جہاد ہیں۔

اسلام کے احیاء کے بعد ایران کے گوشہ گوشہ میں عوام نے اپنی فکر اور عمل کو بدل ڈالا۔ حتیٰ کہ مغربی الذہن لوگ بھی اسلامی صداقت کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گئے۔

جب کوئی قوم سماجی و ثقافتی مسائل کا حل انقلاب میں دیکھتی ہے تو یہ ماضی کے ہر عکس العمل نظریہ کے خلاف جہاد کرتی ہے۔ ایرانی مسلمان اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مشرقی نظریہ اور مغربی عقائد ترقی و خوش حالی نہیں لا سکتے ہیں بلکہ اگر کوئی اس کی ضمانت لے سکتا ہے اور شہنشائیت کے نقوش کو مٹا سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔

آج کی مائیں اس حد تک ذہنی طور پر روشن خیال ہو چکی ہیں کہ اپنے بچوں کے نام پہلے کی طرح شاہی اور غربی تاثرات کے تحت کیمیلیائی، دینا، سیروس اور داریوش نہیں رکھ رہی ہیں بلکہ اس کی جگہ فاطمہ، محمد علی اور سمیہ نے لے لی ہے۔ یہ کوئی بہت بڑی تبدیلی نہیں ہے لیکن یہ اسلامی رجحانات کا پتہ دیتی ہے۔ آج کل خواتین ایسے جوان پیدا کر رہی ہیں جو مذہبی امور کے لئے وقف ہوں اور سچے مسلمان ہوں۔

ایک بچے کی پرورش کرنا واقعی دشوار اور قابل فخر امر ہے۔ اسلامی معاشرہ نے عورت کو جو فریضہ عطا کیا ہے وہ ایک ایسی تربیت کا کام ہے جس سے عمدہ اور مخلص بچہ وجود

میں آئے اگر سماج ایسی خواتین سے محروم ہے تو اس قوم کو تباہی و بربادی کا سامنا کرنا ہوگا۔ ایک مہربان اور باسلیقہ ماں کی حیثیت سے اپنے فرائض کی تکمیل کرتے ہوئے، عورت معاشرہ کو انسانیت کا جامہ پہنا سکتی ہے۔

ایک اسلامی معاشرہ کی کامیابی اور مرفہ حالی عورت کی مرہون منت ہے اس سلسلہ میں امام خمینی کا ارشاد ہے:

"تم عورتوں کے لئے واجب العمل ہے کہ سماج کو صالح اور نیک اولادیں عطا کرو۔ تمہاری ذمہ داری ہے کہ بچوں کو ایسی تربیت دو کہ وہ رسولؐ کے اعلیٰ مشن کی حفاظت کریں۔ عورتیں بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں مردوں سے زیادہ کام کرتی ہیں۔ آنے والی نسل انسانی کی تربیت کے فریضہ کی انجام دہی میں خدا تمہاری حفاظت کرے جو جلیل القدر انبیاء کی ڈیوٹی تھی۔

انقلاب اسلامی کے دوران

اور اس کے بعد

ایرانی مُسلم خواتین

کی

فعالیت کے نمونے



جب شاہ ملعون نے ہزاروں مسلمان مردوں کو شہید کرادیا تو خواتین سڑکوں پر نکل آئیں اور باہم گفتگو کرنے لگیں کہ اسلامی حدود میں اس وقت ہماری کیا ڈیوٹی ہے...



خواتین کے فلک شگاف نعروں سے شاہی محل لرزنے لگا۔



جلاد صفت شاہ سے نجات ملی۔ پورے ملک میں اسلامی ماحول بن گیا۔ تہران یونیورسٹی
کی جامع مسجد میں خواتین کی صفیں بھی نماز جمعہ کے لئے آراستہ ہونے لگیں۔



نرسنگ کے ذریعہ خواتین کا دست شفقت حیات نو دینے لگا۔



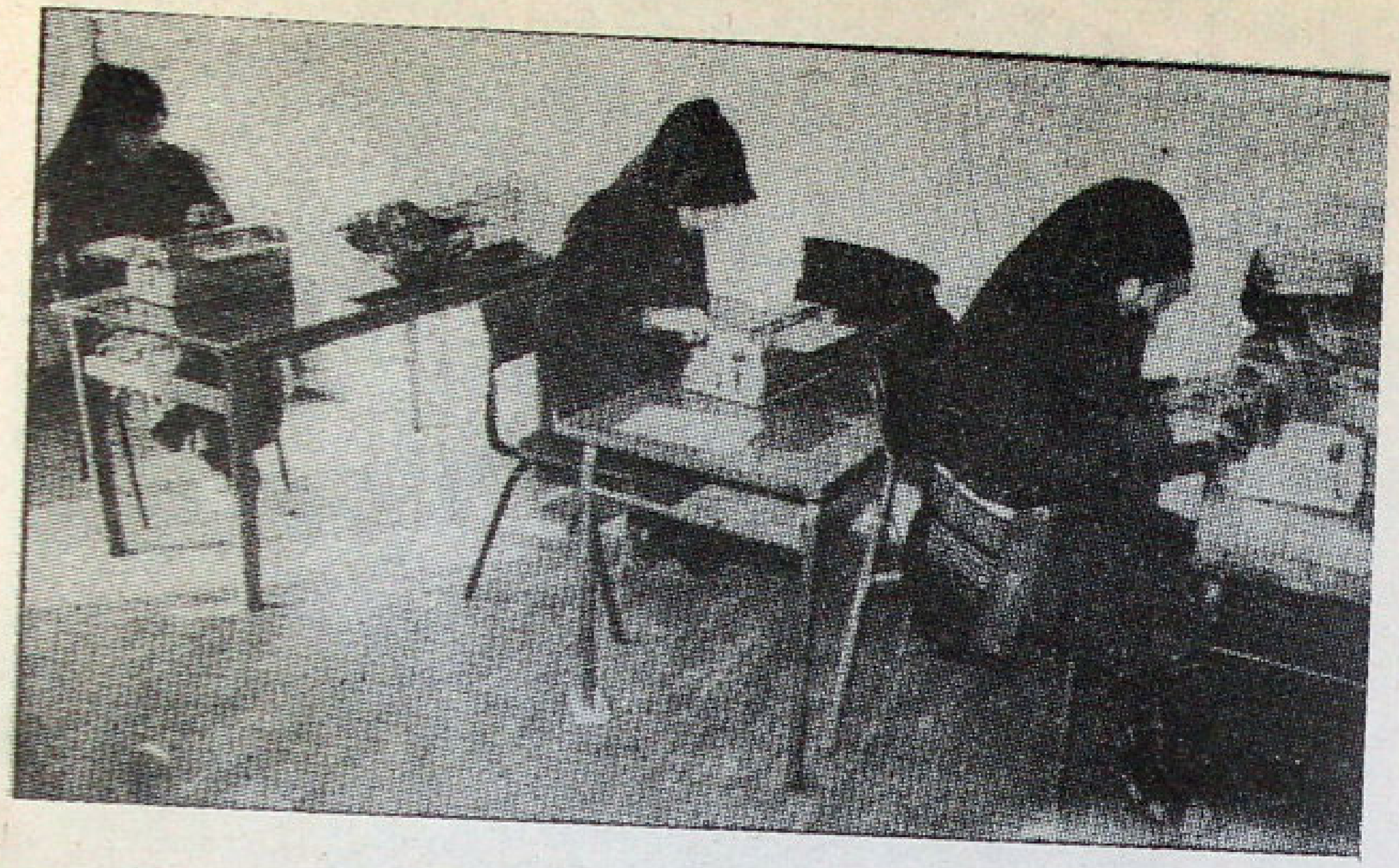
ملک وملت کی حفاظت کے لئے خواتین نے بھی ہتھیار اٹھا لئے۔



خواتین بھی مردوں کی طرح فوجی تربیت حاصل کر رہی ہیں



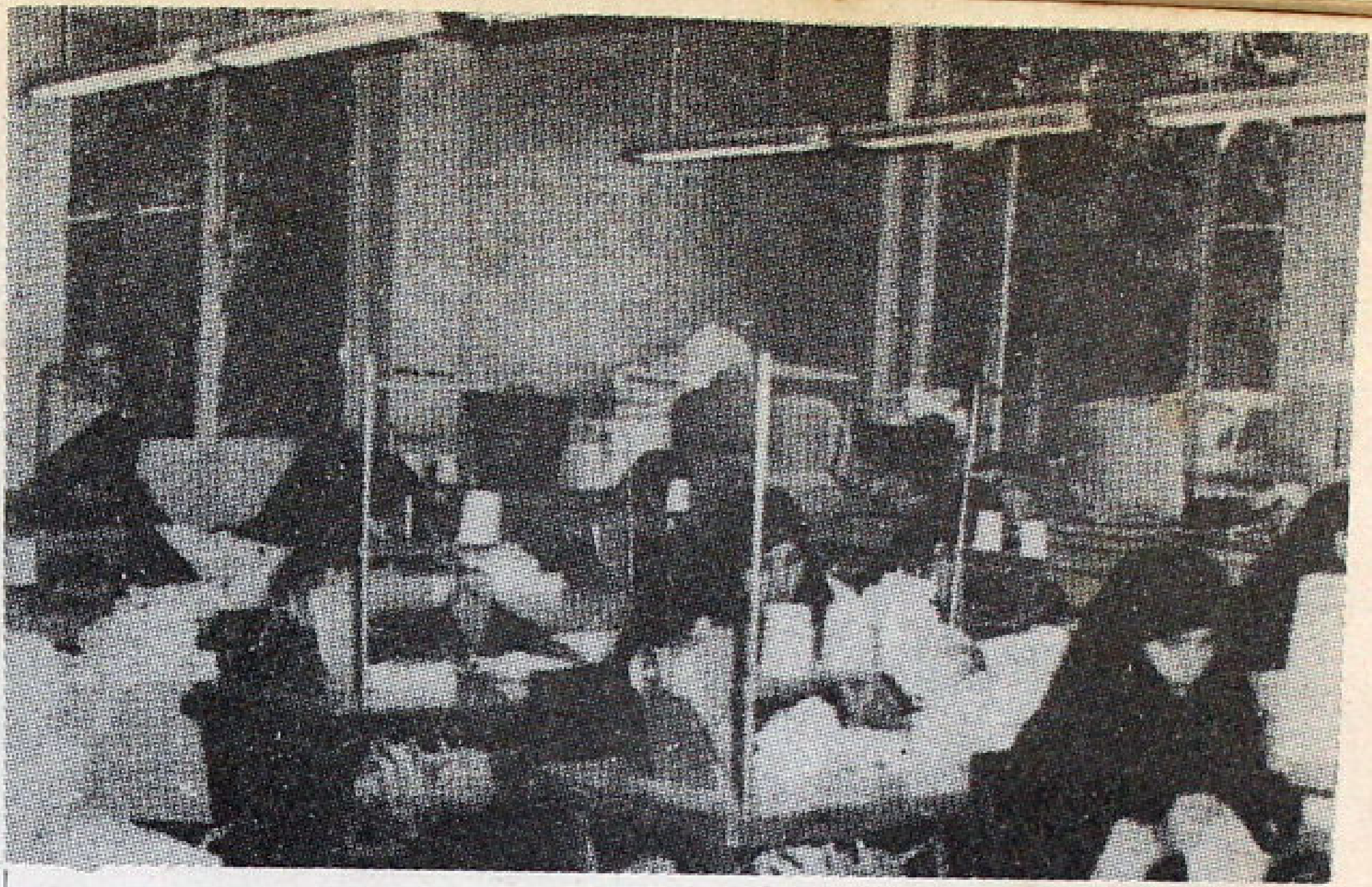
مرد اگر جنگ میں مصروف ہیں تو خواتین راشن کی تنظیم و تقسیم سنبھالے ہوئے ہیں



بہنوں نے ملک میں نظم ونسق باقی رکھنے کے لئے دفتروں کی ذمہ داری میں ہاتھ بٹایا۔



بہنوں نے دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ملک اور فوج کے لئے لباس کی کمی نہیں ہونے دی۔



سردی کے لئے کپڑے خواہ ہاتھ سے بنے جائیں یا مشین سے تیار ہوں۔ بہنیں بھائیوں کی ضرورت پوری کرنے میں کبھی نہیں تھکتیں۔





مسلم خواہران کھیتوں میں کام کر کے ملک کی غذائی حالت کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

واپس تشریف لے آئے۔ اس مرتبہ حضرت خدیجہ(س) کو کثیر منافع ہوا تھا لہٰذا انھوں نے آپ کو بھی منافع کا زیادہ حصّہ دیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متعدد مرتبہ میسرہ کے ساتھ سفر تجارت پر تشریف لے گئے۔ میسرہ ہر مرتبہ واپس آکر حضرت خدیجہ(س) کے سامنے آپؐ کی سچائی ایمانداری، خوش اخلاقی اور روحانی عظمت کے واقعات اور وہ معجزات بھی سنایا کرتا تھا کہ راہ میں گرمی کی شدت کے وقت آپؐ پر ابر سایہ فگن رہتا تھا۔

اسکی روداد نے حضرت خدیجہ(س) کو اتنا زیادہ متاثر کیا کہ وہ آپؐ پر فریفتہ ہو گیئں اور آخر کار آپؐ سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس وقت جبکہ بہت سے رؤسا و امراء وجوان اُن سے شادی کرنے کے متمنی تھے انھوں نے ایک طرف تو سب سے انکار کر دیا دوسری طرف ایک غریب یتیم شخص سے شادی کا خود پیغام دیا۔ خدیجہ(س) کی نظریں حضرت محمدؐ میں عظیم روحانی شخصیت کا مشاہدہ کر رہی تھیں۔ اُن کی نظروں میں دولت و شہرت دنیا ہیچ تھی۔

حضرت خدیجہ(س) نے اس پیغام کے ساتھ کسی شخص کو حضرت محمدؐ کے پاس بھیجا۔ "عموزادہ! آپ کی روحانی عظمت، سچائی، ایمانداری اور خوش اخلاقی کی وجہ سے میں آپؐ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت ابوطالبؑ کو اس پیغام کی اطلاع دی۔

آپؐ کے چچا حضرت ابوطالبؑ اشراف وسادات قریش میں سے تھے اور مکہ کی اہم شخصیت تھے، وہی اس ازدواج میں واسطہ وذریعہ بنے۔ وہ حضرت محمدؐ کے نکاح کے لئے چند دیگر افراد کو لے کر حضرت خدیجہ(س) کے چچا کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوطالبؑ نے آنحضرتؐ کا خطبہ نکاح اس طرح پڑھا۔

مگر

بہرصورت انھیں اپنے پردے اور اسلامی حدود کا ہمیشہ خیال رہا ہے۔ آج بھی مسلم خواتین ایران کے ہر شعبہ حیات میں مردوں کے دوش بدوش معاون و مددگار ہیں اور ہر حالت میں معاشرے کی اسلامی تربیت کی ذمہ داری کو پیش نظر رکھتی ہیں۔



U.I.S.I.A

انجمنهای اسلامی دانشجویان ایرانی هند

UNION OF IRANIAN STUDENTS ISLAMIC ASSOCIATIONS

PUBLICATION CENTRE P. O BOX 292, NEW DELHI - 110001.

"سزاوار حمد و ثنا وہ خدائے برتر و بالا ہے جو رب کعبہ بھی ہے۔ اس نے ہمیں نسل ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ میں پیدا کر کے سرفرازی عطا کی اور حرم کعبہ میں مقیم کیا جو دارالامن ہے۔ اُس نے اس سرزمین پر ہمیں عزت و عظمت عطا کی۔ اور حاکم مقرر کیا۔ ہمارا گھر اُس جگہ ہے جس کی طرف آنے کیلئے اطراف جہاں میں لوگ قصد کرتے ہیں۔ یہ وہ حرم ہے کہ جہاں دنیا کے میوے آتے ہیں اور اُن میں خیر و برکت عطا کی گئی ہے۔ اہل مکہ پر واضح ہو کہ میرا بھتیجہ محمدؐ ابن عبداللہ قریش میں کسی سے بھی کمتر نہیں ہے۔ اگر اُس پر برتری کا کوئی دعویٰ کرے تو وہ متجاوز ہے، کسی مرد کو عظمت کے لحاظ سے اُس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ خلقت میں اُس کا نظیر کوئی ہے ہی نہیں۔ اگرچہ مالِ دنیا اُس کے پاس کم ہے مگر خدا داد دولت کی اس کے پاس کمی نہیں ہے۔ وہ دولت جسے حق تعالیٰ دیگر بندوں کو صرف بقدر حاجت ہی دیتا ہے۔ وہ خدیجہؑ سے عقد کا خواہشمند ہے، خدیجہؑ بھی اس سے شادی کی خواہاں ہے۔ میں خدیجہؑ سے محمدؐ کے نکاح کے لئے آیا ہوں۔ وہ بہ رضا و رغبت جو چاہیں مہر معین کریں۔ جو مہر وہ معین کریں گی میں اپنے مال سے ادا کرا دوں گا۔ میں ربِّ کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی شان ارفع و اعلیٰ ہے کہ یہ میرا مصمم ارادہ ہے۔"

یہ کہہ کر حضرت ابو طالبؑ خاموش ہو گئے۔ حضرت خدیجہؑ کے چچا جن کا شمار فصیح و بلیغ علماءِ عظیم الشان میں ہوتا تھا وہ ایسے مبہوط ہوئے کہ حضرت ابو طالبؑ کے جواب میں ایک لفظ بھی بولنے سے قاصر رہے۔ اس خطبہ سے اُن پر عجیب اضطراری کیفیت طاری ہو گئی۔ سانس تیز چلنے لگی۔ لیکن وہ کوئی بھی جواب نہ دے پائے۔ چنانچہ حضرت خدیجہؑ جو غایت شوق سے پردۂ حیا میں بیٹھی ان حالات کا مشاہدہ کر رہی تھیں بصد حیا فصیح زبان میں گویا

ہوئیں :۔

"اے چچا جان! بیشک آپ مجھ پر اولیٰ و افضل ہیں لیکن اس معاملہ میں گفتگو کرنے کیلئے آپ مجھ سے زیادہ اختیار نہیں رکھتے۔ اور اے محمدؐ! میں اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیتی ہوں۔ میرا مہر چالیس اونٹ ہیں۔ اور میرا مہر میرے مال سے ادا کیا جائیگا۔ اپنے عمو جان سے فرما دیجئے کہ ولیمہ کے لئے ایک اونٹ نحر کریں۔ اور جب تمہارا دل چاہے اپنی بیوی کے پاس آ سکتے ہو" پس حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا "اے گروہ گواہ رہنا کہ خدیجہؓ نے خود محمدؐ سے نکاح کیا ہے اور اپنے مہر کی بھی خود ہی ضامن ہوتی ہیں"

پھر حضرت ابوطالبؑ نے ایک شتر نحر کیا اور حضرت محمدؐ اور حضرت خدیجہؓ کی شادی کا ولیمہ کیا۔ شادی کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال اور حضرت محمدؐ کا سن شریف پچیس سال تھا۔ حضرت خدیجہؓ اس عقد سے بہت زیادہ شاد و مسرور تھیں حالانکہ ان کے خاندان والے خوش نہ تھے۔ وہ آپ کی پہلی زوجہ تھیں جب تک وہ باحیات رہیں رسولؐ خدا نے دوسری شادی نہیں کی۔

حضرت خدیجہؓ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور مقصدِ نبوت کو سمجھتے ہوئے تبلیغ رسالت میں ہر طرح معاون رہیں۔ انہوں نے بغیر کسی شرط کے اپنی ساری دولت تبلیغ اسلام کیلئے پیش کر دی۔ وہ حضرت محمدؐ کو اپنی فراخدلی اور موثر حمایت کے ذریعہ ہمیشہ مطمئن رکھتی تھیں۔ اس وقت جبکہ امرار و روسا و کفار و مشرکین آپؐ کو نہ صرف جھٹلا رہے تھے بلکہ آپؐ کو اذیتیں پہنچانے اور استہزا کرنے کے درپے تھے، ان کی وفادار اور مہربان زوجہ ان کے زخموں کو مضمحل کر کے نیا حوصلہ دیتی تھیں تاکہ وہ مستعدی کے ساتھ تبلیغ حق میں مصروف رہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے رسولؐ خدا سے فرمایا "آپ جس طرح مناسب سمجھیں خدا

کے دین کی تبلیغ و ترویج کیلئے جتنی چاہیں دولت خرچ کیجئے۔" تبلیغ دین کیلئے مالی امداد کے علاوہ وہ حضرت محمدؐ کی نفسیاتی و اخلاقی معاون و مددگار تھیں۔ رسولِ خدا اُن سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور ان کا احترام کرتے تھے۔ وہ ذہین، عقیلہ اور بہادر خاتون رسولؐ کی بہترین مشیر تھیں۔ وہ اُن کے نزدیک معاون و وزیر کی حیثیت سے تھیں۔

احمد نے مُسند میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا رسولؐ خدا نے فرمایا۔ گذشتہ دور میں زنانِ بنی اسرائیل میں بہترین خاتون مریمؑ بنت عمران تھیں اور میری امّت میں بہترین خاتون خدیجہؑ بنت خویلد ہیں۔[1] ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیلؑ رسولؐ اکرم کی خدمت میں پیغام خداوندی لے کر حاضر ہوئے اور کہا کہ خدیجہؑ سے فرما دیجئے کہ خدائے تعالیٰ بعد تحفہ درود و سلام اُن کو ایسے بہشت کی بشارت دیتا ہے جس میں بہترین بلند پایہ محل ہیں۔

برسوں تک خدیجہؑ رسولؐ خدا کے گھر میں رہیں اور ہمیشہ وہ بیوی سے زائد اہمیت کی حامل تھیں۔ وہ وقت بھی آیا کہ آپؐ مبعوث بہ رسالت ہوئے اور غارِ حرا میں وحی الٰہی کو سنا۔ جب آپؐ غارِ حرا سے واپس تشریف لائے تو فرش پر جلوہ افروز ہو گئے اور فرمایا "مجھے چادر اُڑھا دو۔ مجھے چادر اُڑھا دو" تھوڑی دیر آپؐ چادر اوڑھے لیٹے رہے۔ جب کچھ سکون ہوا تو اپنی زوجہ کو غارِ حرا کا سارا واقعہ سنایا۔ آپؐ حضرت خدیجہؑ کے ساتھ اُن کے چچا ورقہ بن نوفل کے گھر گئے۔ وہ عیسائی روحانی عالم تھے، عبرانی پڑھ سکتے تھے۔ اس وقت ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ حضرت خدیجہؑ نے فرمایا۔ عموجان ذرا سنئے آپ کا بھتیجا کیا کہہ رہا ہے۔ ورقہ نے کہا۔ فرمائیے؟

رسولؐ خدا نے ان کے سامنے وہ سب کچھ بیان کیا جو غارِ حرا میں دیکھا

---

[1] عمدہ ابن بطریق صفحہ ۲۰۴ در مناقب خدیجہ (س)

اور سنا تھا۔ ورقہ نے کہا کہ "یہ وہ راز ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ یہ وہ کلام ہے جو اُس سے عظیم تر ہے۔ کاش میں زندہ رہ پاتا اور تمہاری حمایت کرتا۔ کاش میں اس وقت زندہ رہ پاتا جب اہل مکہ تمہیں ہجرت کے لئے مجبور ہونے کی جسارت کریں گے"۔ رسولؐ خدا نے پوچھا "کیا یہ لوگ مجھے جلا وطن کر دیں گے"؟ ہاں۔ آج تک کسی شخص کو ایسی چیز نہیں ملی ہے جو آپؐ کو عطا کردہ شئے کے مثل ہو۔ میں تمہاری ہر ممکن مدد کرونگا"۔ ورقہ نے کہا۔ مگر اعلانِ نبوّت سے قبل ہی ورقہ کا انتقال ہو گیا۔

خدیجہ(س) وہ پہلی خاتون تھیں جو رسولؐ پر ایمان لائیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ آپ کی زوجہ تھیں بلکہ یہ انکا وحی الٰہی پر ایمان تھا۔ اُن میں حقیقت و صداقت کو سمجھنے کی صلاحیت تھی لہٰذا تبلیغ و ترویج دین میں وہ رسولؐ خدا کی بہترین شریک کار بن گئیں۔ وہ نبیؐ اللہ کے ساتھ رازداری کے ساتھ عبادت بجالاتی رہیں۔ اعلان نبوّت کے بعد وہ اکثر و بیشتر اپنے شوہر کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف جا کر نماز ادا کیا کرتی تھیں۔ عفیف کندی راوی ہے "دورِ جاہلیت میں ایک مرتبہ میں کپڑا اور عطر خریدنے کے لئے مکہ گیا۔ وہاں عباس ابن عبدالمطلب سے ملا، ظہر کا وقت تھا، میں نے دیکھا ایک جوان خانہ کعبہ کے نزدیک پہنچا اور اُس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر وہ کعبہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ایک لمحہ بعد ایک نوجوان آیا اور اس کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک خاتون آئیں وہ ان کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ جوان جھکا۔ اُن دونوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر وہ کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد سجدے میں چلے گئے۔

"میں نے عباس سے کہا۔ کیا عجیب حرکات ہیں؟! یہ تو بالکل عجیب و غریب لگ رہا ہے! عباس نے پوچھا کیا تم اس جوان کو جانتے ہو؟ میں

نے جواب دیا۔ نہیں۔! انھوں نے کہا۔ وہ میرا بھتیجہ محمدؐ ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ہے! پھر انہوں نے پوچھا۔ کیا تم اس نوجوان کو جانتے ہو؟ میں نے کہا۔ 'نہیں'۔ 'وہ نوجوان بھی میرا بھتیجہ ہے اس کا نام علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے'۔ عباس نے کہا۔ 'کیا تم اس خاتون سے واقف ہو'؟ میں نے کہا۔ 'نہیں' انہوں نے بتایا۔ وہ میرے بھتیجے محمدؐ کی زوجہ خدیجہ(س) ہے انہوں نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ محمدؐ رسول کا کہنا ہے کہ خدائے تعالیٰ خالق ارض و سما ہے اور اسی نے اس کے دین کو قبول کرنے کا حکم دیا ہے! مگر ابھی تک اس دین پر صرف یہی تین افراد ایمان لائے ہیں"۔ عفیف نے کہا: "کاش میں انہیں چوتھا ہو جاتا"۔

ہاں! خدیجہ(س) رسولؐ خدا کی بہترین رفیقہ حیات اور ہمدم و ہمدرد تھیں، جب کفار و مشرکین قریش نے آپؐ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا اور آپؐ شعب ابوطالب میں قیدیوں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور کر دئے گئے تھے، اس وقت خدیجہ(س) آپؐ کے شانہ بہ شانہ آلام و شدائد میں شریک تھیں آج کے شیطان بزرگ امریکہ اور شرک و ملحد برطانیہ کی طرح کفار قریش نے آپؐ کی اقتصادی ناکہ بندی اور بائیکاٹ کر دیا تھا۔ نہ کوئی اس خاندان کے ہاتھ کچھ فروخت کر سکتا تھا اور نہ کوئی ان سے کچھ خرید سکتا تھا۔ اور نہ ہی کسی قسم کا تعلق رکھ سکتا تھا۔ آپؐ شعب ابوطالب میں محصور ہو کر رہ گئے، وہاں مسلمانوں کیلئے فاقہ و عسرت و تنگدستی و پریشانی کا دور دورہ تھا۔ یہ تباہی و بربادی و مظلومی کا دور تین سال تک چلتا رہا۔

ولید ابن مغیرہ مکہ کے بازاروں میں چیخ چیخ کر اعلان کیا کرتا تھا کہ اگر کبھی تم محمدؐ کے کسی ہمدرد کو دیکھو تو ہر چیز کی قیمت بڑھا دو۔ اُن

کے ساتھیوں سے کسی بھی قسم کا لین دین موجب قتل ہوگا"۔ شقی ابوسفیان کہتا تھا: "بنی ہاشم کو ہم پر کیوں ترجیح ہے؟ ہم اور وہ ایک ہی نسل سے ہیں لیکن پھر بھی انھیں ہم پر فضیلت ہے! ہم اُن سے جنگ کریں تو وہ ہم پر غالب آجائیں گے لہٰذا اپنے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم سب ملکر اس خاندان کو تباہ کردیں"۔

اس بائیکاٹ کے دوران خدیجہ (س) نے اپنی ذمہ داری کو بہترین طریقہ سے انجام دیا۔ انھوں نے اپنی ساری دولت شعب ابوطالب کے ساکنان پر صرف کردی۔ یہ اُن کی دولت ہی تھی جس نے اس غار میں رہنے والوں کو مالی امداد پہنچا کر فاقہ اور موت سے بچایا۔ چنانچہ تبلیغ دین میں خدیجہ (س) کو محمدؐ کی سچی وفادار رفیقہ شمار کیا جاتا ہے۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ اسلام کی ترویج دو چیزوں پر مبنی ہے۔ اول خدیجہ (س) کی دولت دوسرے علیؑ کی تلوار۔ غرض خدیجہ (س) رسولؐ خدا کی حیات میں کوئی معمولی عورت نہیں تھیں۔ وہ اتنی عظیم تھیں کہ رسولؐ نے فرمایا: "اسرائیل کی بہترین خاتون مریمؑ بنت عمران تھیں اور میری امت میں بہترین خاتون خدیجہ (س) بنت خویلد ہیں"۔

صحیحین بخاری و مسلم میں جناب عائشہ (ر) سے روایت ہے کہ ازواج رسولؐ میں کسی بھی بیوی کی خدیجہ (س) جیسی قدر و منزلت نہ تھی۔ حالانکہ میں نے انھیں کبھی نہیں دیکھا تھا تاہم مجھے جتنا حسد خدیجہ (س) سے تھا اتنا رسولؐ کی کسی بیوی سے نہیں تھا۔ اکثر رسولؐ اکرم حضرت خدیجہ (س) کا ذکر خیر اس حد تک کیا کرتے تھے کہ گویا صرف وہی محترم تھیں ان کے مانند کوئی دوسری خاتون پیدا ہی نہیں ہوئی۔ ایک روز میں (عائشہ) نے طنزیہ کہا کہ "وہ جو بیوہ عورت تھی" یہ سنکر رسولؐ خدا اتنے سخت برہم ہوئے کہ آپؐ کی پیشانی مبارک کے بال سیدھے کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔ خدا کی قسم

میرے نزدیک اُس سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں اُس وقت جبکہ سب کافر تھے انہوں نے میری اُس وقت تصدیق کی جب سب لوگ میری تکذیب کر رہے تھے۔ خدیجہ(س) نے اس وقت اپنا سارا مال میرے اختیار میں دے دیا تھا جبکہ سب لوگ مجھ سے منہ پھیر رہے تھے، خداوند عالم نے اُن کے ذریعہ مجھے اولاد دی جو بے نظیر ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مہد عصمت قرار پائیں "۔ عائشہ(ر) کہتی ہیں کہ بخدا میں نے تہیہ کرلیا کہ خدیجہ(س) کے بارے میں کبھی بھی بدظن نہیں ہوں گی۔

رسول(ص) خدا کی خدیجہ(س) سے ازدواجی زندگی کے دوران خداوند عالم نے چھ بچے عطا کئے جنمیں آخری حضرت فاطمہ زہرا(ع) تھیں۔ فاطمہ زہرا(ع) کا نور رسول(ص) خدا کے نطفے کی شکل میں خدیجہ(س) کی طرف منتقل ہوا۔ اس سے قبل چالیس روز تک رسول(ص) خدا نے خود کو خدیجہ(س) سے علاحدہ رکھ کر دن رات روزہ نماز میں بسر کئے تھے۔ جس کے بعد حضرت جبرئیل(ع) نے ایک بہشتی سیب رسول(ص) خدا کو کھانے کیلئے دیا۔ اور ایک عفیف و معصومہ دختر کی خوشخبری دی تھی۔ وہ ایک ایسے خاندان کی مادر قرار پائیں جو مشعل ارشاد و ہدایت ہیں۔ وہ عصمت و طہارت کے اس مقام پر فائز تھیں جنکے متعلق حدیث تواتر ہیں کہ وہ تمام انبیاء پر افضل و مقدم ہیں۔ رسول(ص) خدا کی اولاد میں صرف حضرت فاطمہ زہرا(ع) ہی تھیں جو باقی رہیں۔ ان کا عقد حضرت علی(ع) سے ہوا، وہ ام الآئمہ کے لقب سے پہچانی گئیں اور نبوت و ولایت و امامت و عصمت و طہارت کے درمیان واسطہ قرار پائیں۔ ان کے دونوں بیٹے امام ہوئے اور سلسلہ امامت کو خداوند عالم نے حسین(ع) ابن علی(ع) کے صلب میں قرار دیا جنکی نسل میں ۹ آئمہ معصومین(ع) مبعوث ہوتے۔ لہذا حضرت فاطمہ(ع) مادرِ سادات جہاں منتخب ہوئیں۔

رسول(ص) خدا نے حضرت خدیجہ(س) کو مطلع کر دیا تھا کہ مجھے جبرئیل(ع) نے خبر دی ہے۔

کہ "خدیجہؑ کے بطن میں جو دختر ہے وہ طاہرہ ہے اور عظیم کردار کی حامل ہے، اس کے ذریعہ آپکی نسل چلیگی وہ میرے نائبین اور ائمہ معصومینؑ کی ماں ہوگی۔" جب خدیجہؑ نے یہ خوشخبری سنی تو بہت خوش ہوئیں کہ اس سے بڑھکر اور کونسی عظمت و فضیلت ہوگی کہ میری اولاد میں ائمہ معصومین اور محافظین دین متولد ہونگے۔ وقت گزرتا گیا، مسلمانوں کے مصائب و شدائد میں اضافہ ہوتا رہا، حتیٰ کہ ہجرت سے تین سال قبل ۶۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہؑ کا انتقال ہوگیا۔ یہ وہ وقت تھا جب قریش کے مظالم عروج پر تھے۔ رسولؐ خدا پر یہ دل شکن خبر انتہائی شاق تھی کہ انکی محبوب زوجہ، جو ملیکتہ العرب تھی، نجابت و جلالت، قدر و منزلت، شان و شوکت، جود و سخا اور بخشش و کرم میں جسکا کوئی ثانی نہ تھا، وہ داغ مفارقت دے چکی تھی۔

پیغمبرؐ اسلام نے انہیں غسل دیا اپنے پیراہن مبارک کا کفن پہنا کر خود انھیں قبر میں اُتارا۔ واقدی نے لکھا ہے کہ "حضرت خدیجہؑ کی وفات بعثت نبوی کے دسویں سال ۶۵ سال کی عمر میں حضرت ابوطالبؑ کے انتقال سے تین روز قبل ہوئی۔" بعض نے حضرت ابوطالبؑ کے انتقال سے ایک ماہ قبل لکھا ہے۔ قبرستان حجون (جنت المعلیٰ) میں حضرت عبدالمطلب کے پہلو میں آپکو دفن کیا گیا۔ ہشام نے حضرت خدیجہ کی تاریخ وفات ۱۰ رمضان ۱۰ بعثت نبوی لکھی ہے۔[1]

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جس وقت حضرت خدیجہؑ دنیا سے رخصت ہوئیں، جناب فاطمہ زہراؑ بچی تھیں۔ وہ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت اقدس میں پہنچیں اور فرمایا، بابا جان! میری مادر گرامی کہاں ہیں؟ رسولؐ خدا نے قدرے سکوت فرمایا۔ ناگہاں جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا۔ اے خدا کے رسولؐ، خداوند عالم بعد تحفہ درود و سلام ارشاد فرماتا ہے کہ آپؐ فاطمہؑ کو بتا دیجئے کہ انکی ماں سونے کے ایک محل میں ہیں جسکے ستون سرخ یاقوت کے بنے ہوئے ہیں اور انکے دائیں بائیں آسیہ زن فرعون اور مریم بنت عمران مادر عیسیٰؑ ہیں۔ فاطمہؑ نے فرمایا۔ اُن تک میرا سلام پہنچا دیجئے۔

---

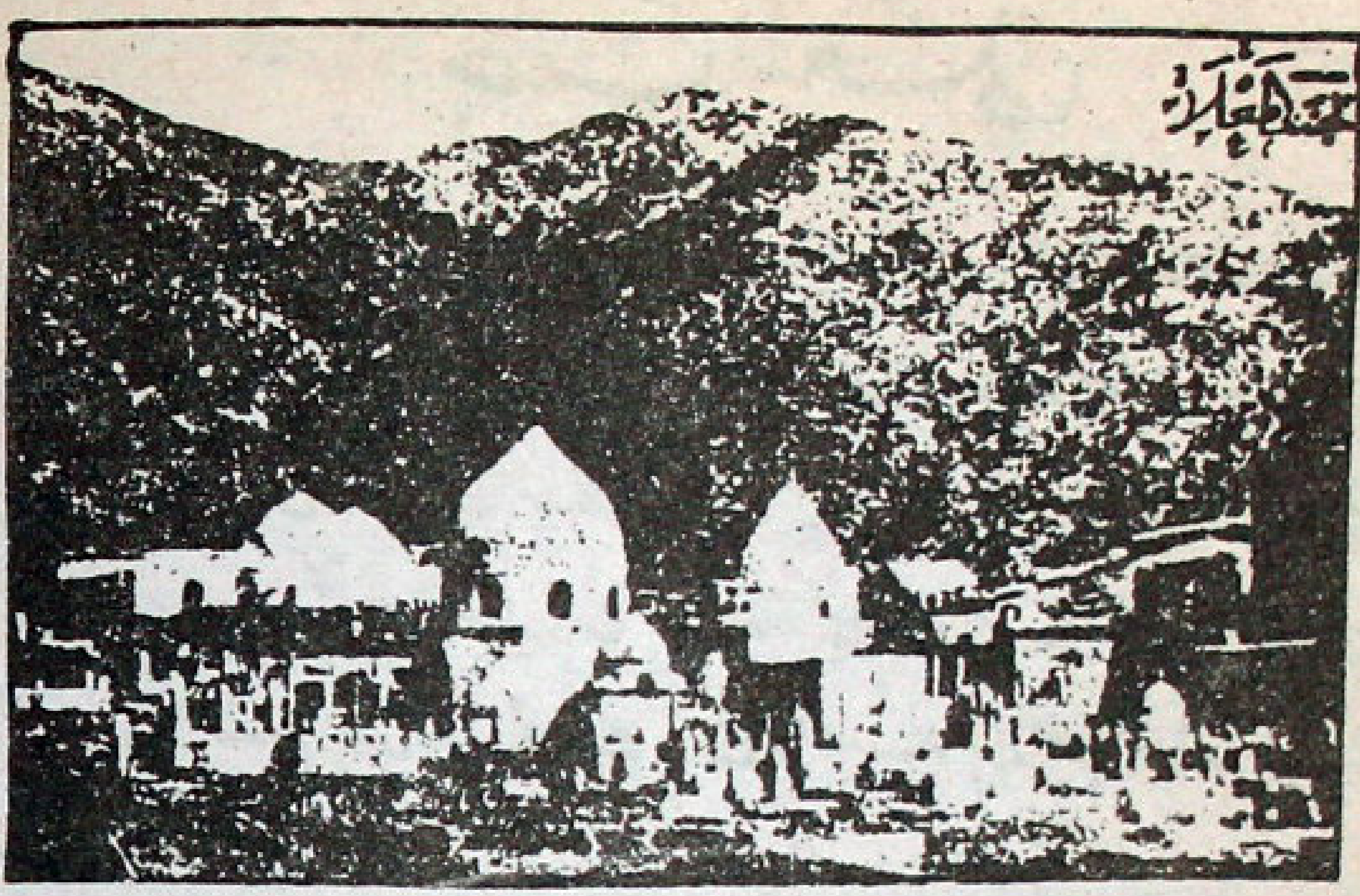
[1] تذکرہ ابن جوزی ص ۱۷۱ طبقات ابن سعد۔

جنّت المعلیٰ

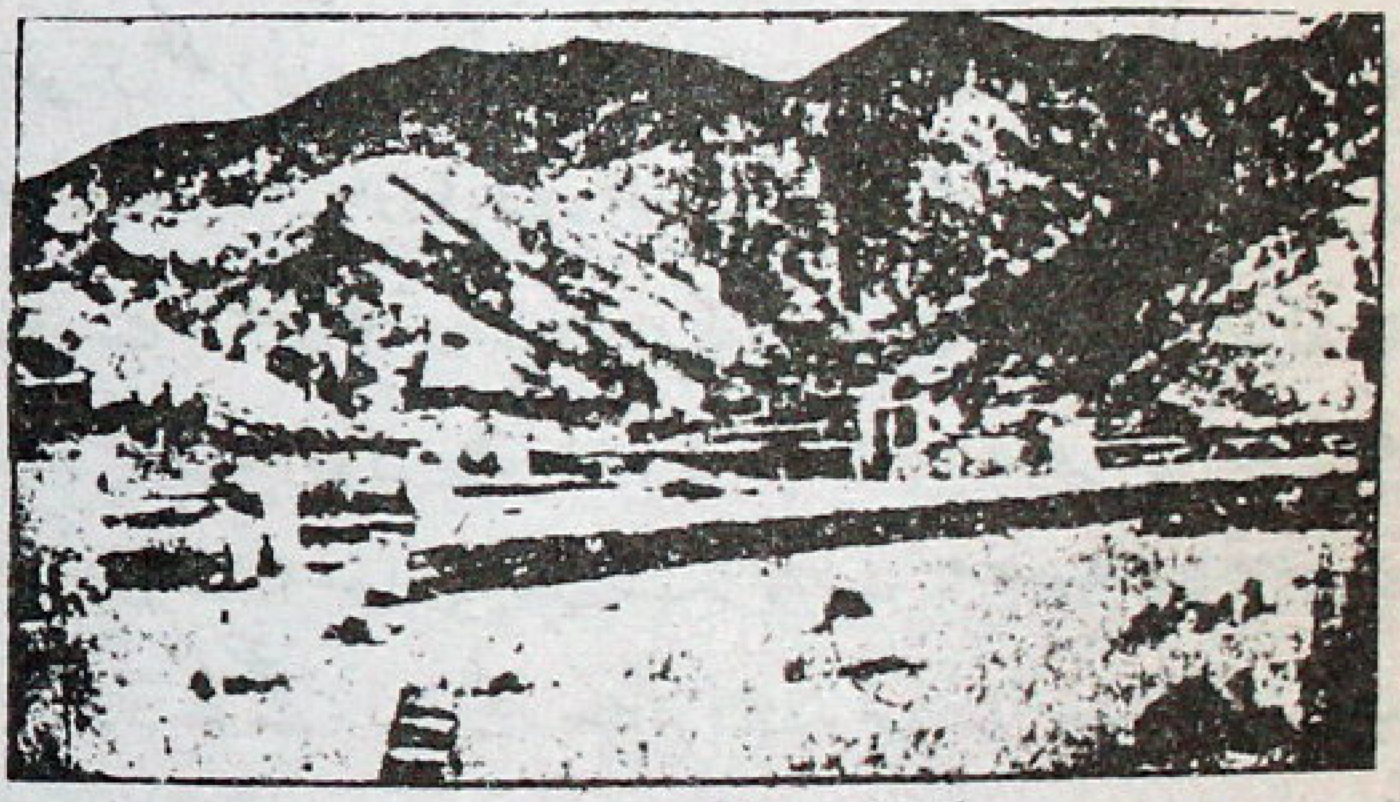
جنّت المعلیٰ مکّہ کا ایک قدیم قبرستان ہے۔ اس میں رسولؐ خدا کی اولاد اور اسلام میں اوّلین و سابقین کی قبریں ہیں۔ اسی میں محسن اسلام حضرت ابوطالبؑ دفن ہیں۔ اسی میں اسلام کی اُس عظیم خاتون کی قبر ہے جو ظہورِ اسلام سے قبل ملیکتہ العرب تھی، جسنے فروغ اسلام کیلئے اپنی ساری دولت قربان کردی جس کی تعظیم رسولؐ کرتے تھے۔ جس کا اسلام پر عظیم احسان ہے، جو اوّلین مسلمہ و مومنہ تھیں۔

ان قبروں پر سیکڑوں سال سے سادہ سے قبّے تعمیر تھے، جنھیں ظالم سعودی حکمرانوں نے نجدی اعتقادات سے متاثر ہوکر توحید پرستی کے نام پر منہدم کرادیا۔ سعودی دورِ حکومت سے قبل بھی یہاں کلمہ گویوں کی حکومت رہی ہے، انھیں بھی توحید عزیز تھی مگر کسی نے یہ جسارت نہیں کی۔ حد تو یہ ہے کہ متوکل عباسی بھی یہ جرأت نہ کرسکا لیکن عبدالعزیز ابن سعود کے حکم سے ۸ شوال ۱۳۴۴ھ مطابق اپریل ۱۹۲۶ء کو جنّت البقیع اور جنّت المعلیٰ کے قبرستان مسمار کردیئے گئے۔ (واضح رہے کہ موجودہ فرمانروا شاہ فہد اسی عبدالعزیز کے فرزند ہیں)

ان کے انہدام سے آج تک ہندوستان، پاکستان اور دیگر مسلم ممالک میں اس کے خلاف احتجاج جاری ہے۔ مگر سعودی حکومت اُن پر قبّے تعمیر کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہے۔ اسلام اور آثارِ اسلامی کے خلاف روز مرّہ کی عالمی سازشوں سے محسوس ہوتا ہے کہ گنبد خضرا بھی محفوظ نہیں ہے۔



جنت المعلیٰ قبل از انہدام



جنت المعلیٰ بعد از انہدام

جنت المعلیٰ کا اچھا خاصا حصہ سڑک میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس قبرستان کی موجودہ حالت یہ ہے کہ وہاں کسی کی قبر پر قبہ باقی نہیں ہے۔ یہ بے سایہ ناہموار کھنڈرات سے لگتے ہیں۔

حضرت

فاطمہ (س)

بنتِ اسد

مادر

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السّلام

حضرت فاطمہ بنتِ اسد

حضرت ابوطالبؑ کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ اُن کے چار بیٹے تھے۔ طالب، عقیل، جعفر اور حضرت علیؑ۔ یہ چاروں بھائی سن کے لحاظ سے بالترتیب ایک دوسرے سے دس سال بڑے ہیں۔ ان کے ایک بہن بھی تھیں جن کا نام فاختہ تھا۔ یہ پانچوں بھائی بہن اوّلین نجیب الطرفین بنی ہاشم ہیں کیونکہ اُن کی والدہ گرامی اور پدر بزرگوار دونوں ہی ہاشمی تھے۔ حضرت فاطمہ بنت اسد کا شمار، اسلام قبول کرنے والوں کی پہلی صف میں ہوتا ہے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو فرزندانِ "فواطمؓ" کہا جاتا ہے کیونکہ اُن کی والدہ، دادی، نانی (جناب خدیجہ) کی والدہ، اور ان کے دادا کی والدہ سبھی کا نام فاطمہ تھا۔

فاطمہ بنت اسد وہ عظیم خاتون ہیں جن کے بطن سے حضرت علی علیہ السلام خانہ کعبہ کے اندر متولّد ہوئے۔ کیفیت ولادت سے متعلق بہت سی مسلّم روایات متواتر، مستند و معتبر اسناد و تحقیق کے ساتھ ملتی ہیں کہ:

ایک روز عباس ابن عبد المطلب، یزید بن قعنب کے ہمراہ بنی ہاشم اور قبیلہ بنی العزی کی جماعت کے ساتھ خانہ کعبہ کے نزدیک بیٹھے تھے۔ ناگاہ حضرت فاطمہ بنت اسد مسجد کی طرف سے وارد ہوئیں حضرت امیر المومنین ان کے بطن مبارک میں تھے اور نواں مہینہ تھا۔ ان کو دردِ زہ شروع ہو چکے تھے

---

[1] فاطمہ کی جمع فواطم

وہ خانہ کعبہ کے نزدیک کھڑی ہوگئیں۔ جانب آسمان نظر کی اور فرمایا۔ پروردگارا!
میں تجھ پر ایمان رکھتی ہوں۔ اور تیری جانب سے آنے والے ہر پیغمبر پر ایمان
رکھتی ہوں، اور تیری جانب سے نازل ہونے والی ہر کتاب پر میرا ایمان ہے۔ میں
ابراہیم خلیل اللہ جنہوں نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا ان کے اقوال کی تصدیق کرتی ہوں۔
پس میں تجھ سے سوال کرتی ہوں خانہ کعبہ کے واسطہ سے، اس کے واسطہ سے
جس نے اس کو تعمیر کیا۔ اور اس فرزند کے واسطہ سے جو میرے بطن میں ہے
اور مجھ سے گفتگو کر کے میرا مونس بنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بچہ تیرے جلال و
عظمت کی نشانی ہوگا۔ ان واسطوں سے میں تجھ سے دعا کرتی ہو کہ اس بچے
کی ولادت میرے لئے آسان کر دے۔

عباس اور یزید بن قعنب کہتے ہیں کہ جب فاطمہ (س) اس دُعا سے فارغ
ہوئیں تو ہم نے دیکھا کہ عقب خانہ کعبہ کی دیوار شگافتہ ہوگئی اور فاطمہ (س) اس
شگاف میں سے اندر داخل ہو کر ہماری آنکھوں سے پنہاں ہوگئیں۔

پس بحکم خدا شگاف دیوار باہم پیوست ہوگیا۔ ہم نے بھی کوشش کی کہ کسی
طرح سے اس شگاف سے اندر داخل ہو جائیں لیکن ناکام رہے۔ ہم نے سمجھ لیا کہ یہ
امر منجانب خدا واقع ہوا ہے۔ فاطمہ تین روز تک خانہ کعبہ کے اندر رہیں اور ہر گلی
کوچہ و بازار میں یہ قصہ نقل کیا گیا۔ عورتیں اپنے گھروں میں اس واقعہ کو یاد کیا کرتی
تھیں اور تعجب کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ چوتھا روز آگیا۔ اور جس جگہ سے خانہ کعبہ کی دیوار شق
ہوئی تھی دوبارہ اسی جگہ سے شق ہوئی اور فاطمہ (س) بنت اسد باہر تشریف لائیں، اس شان
سے کہ اپنے فرزند اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب ؑ کو اپنے ہاتھوں پر لئے ہوئے تھیں۔
اور ادھر رسول اللہ گویا اُن کا استقبال کرنے کے لئے باہر منتظر تھے۔

جناب فاطمہ بنت اسد نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور وہیں دُنیائے فانی سے

انتقال فرمایا۔ ان کی وفات کے وقت حضرت علیؑ اور رسولِ خداؐ ان کی بالیں پر تشریف فرما تھے انھوں نے ہی تجہیز و تکفین اور دفن کے فرائض انجام دیئے۔ رسول اللہؐ نے اپنے پیراہنِ مبارک کا کفن دیا اور ان کو دفن کرنے سے قبل آپؐ ان کی لحد میں لیٹ گئے نیز ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

کسی نے سوال کرلیا کہ یا رسول اللہؐ آپؐ نے حضرت فاطمہ بنتِ اسد کے بارے میں جو عمل انجام دیا ہے اس سے پہلے کسی کے لئے ایسا نہیں کیا؟

آپؐ نے فرمایا:

جب میں یتیم بچّہ تھا تو اُنھوں نے مجھے اپنے دامن میں پناہ دی اور میری پرورش کی۔ حضرت ابوطالبؑ کے بعد، وہ میرے اُوپر ہر ایک سے زیادہ مہربان تھیں۔ دیگر روایت میں ملتا ہے کہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد کی وفات کے بعد آنحضرتؐ ان کی بالیں پر آئے اور اس طرح فرمایا!

اے مادر مہربان! خدا تمھارے اُوپر رحمت کرے۔ میری ماں کے بعد تم میرے لئے مادر مہربان تھیں۔ تم خود بھوکی رہتی تھیں لیکن مجھے شکم سیر کر دیا کرتی تھیں۔ خود عریاں رہتیں مگر مجھے لباس مہیا کر دیا کرتی تھیں اچھی غذائیں خود نہیں کھاتی تھیں، مجھے کھلا دیا کرتی تھیں۔ اور ان تمام افعال میں تمھارا مقصد محض خوشنودی خدا اور اجر آخرت تھا۔

پیغمبر اسلامؐ کی ہدایت کے مطابق انھیں تین غسل دیئے گئے۔ ان میں سے ایک غسل آبِ کافور سے تھا۔ پھر رسول خداؐ کے پیراہن کا ان کو کفن دیا گیا۔ رسولِ خداؐ نے اسامہ، ابوایوبؓ، عمر اور ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ حضرت فاطمہ بنت اسد کی قبر تیار کریں۔ لیکن جب جنازہ قبر تک پہنچا تو قبر مکمل نہیں ہو پائی تھی، بقیہ قبر خود رسولِ خدا نے کھودی۔ جب قبر تیار ہوگئی تو پیغمبرؐ اسلام بہ نفس نفیس قبر میں داخل ہوئے اور آرام فرما ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا:

اے خدا تیرے ہاتھ میں موت و حیات ہے اور تو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، میری

ماں فاطمہؑ کو قبول فرمالے۔ پروردگاراان کی حجت کی انھیں تلقین کردے اور تیرے رسول محمدؐ نیز تمام پیغمبروں کا واسطہ ان کے آخرت کے گھر میں وسعت دے دے، تو ارحم الراحمین ہے۔

ایک دیگر روایت میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد کے دفن کے بعد اصحاب نے عرض کیا:

"اے خدا کے رسولؐ ہم نے آج آپ کے اُس عمل کا مشاہدہ کیا ہے جو اِس سے قبل آپ نے کسی کے لئے انجام نہیں دیا۔" تو آپؐ نے فرمایا:

میں نے اپنے پیراہن کا کفن اس لئے دیا کہ انھیں لباس بہشت عطا کیا جائے اور قبر میں میں نے اس لئے خود آرام کیا تاکہ وہ فشارِ قبر سے محفوظ رہیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب میری والدہ گرامی دُنیا سے رخصت ہوگئیں تو میں نے خدمتِ رسول میں حاضر ہوکر آنحضرتؐ کو اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن اور اپنے سر سے عمامہ اُتار کر مجھے دیا اور فرمایا۔ انھیں اس پارچہ کا کفن دینا۔ اور اس وقت تک انتظار کرنا جب تک میں نہ پہنچ جاؤں۔

حضرت فاطمہ بنتِ اسد کو دفن کرنے سے قبل رسولِؐ خدا نے چالیس مرتبہ تکبیر کہی اور آیت الکرسی کی تلاوت فرمائی نیز فرمایا۔ پروردگارا انھیں نورانی قرار دے، خدایا ان کے دل کو نورانی شمار کر۔ اصحاب نے سوال کیا یا رسول اللہ! مادرِ علیؑ کے لئے آپؐ نے چالیس تکبیریں فرمائیں اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا! میرے پیچھے خدا کے فرشتے چالیس صفوں میں کھڑے ہوئے تھے میں نے ہر ایک کے لئے ایک تکبیر کہی تھی۔

مادرِ علیؑ ہونے کے علاوہ ان کے لئے باعثِ شرف و افتخار یہ بھی ہے کہ رسول خداؐ بھی انھیں کے دامن میں پرورش پاکر جوان ہوئے۔

حضرت

فاطمہ زہرا (ع)

بنتِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خلق اللہ نور فاطمہ قبل ان یخلق الارض والسماءٔ

رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ معصومہ بیٹی

۱۔ جس کی تعظیم کیلئے رسولؐ خدا کھڑے ہوجاتے تھے۔

۲۔ جس کا باپ رسولؐ شوہر امامؑ اور بیٹے امامؑ۔

۳۔ جو خود چکی پیس کر آٹا بناتی تھیں۔ جو خود کھانا پکاتی تھیں، بچوں کے کپڑے دھوتی تھیں اور گھر کی صفائی کرتی تھیں۔

۴۔ جن کی آغوش تربیت کے پالے سیدیٰ شباب اہل الجنہ بنے۔

۵۔ جنکی بیٹی نے حکومت شام کا تختہ الٹ دیا اور یزیدیت کو ہمیشہ کیلئے فنا کر ڈالا۔

۶۔ جس نے اپنے شوہر سے کبھی کوئی فرمائش نہیں کی۔

۷۔ جس نے تین روز تک پے در پے روزے رکھے اور اپنے آگے کی روٹی اٹھا کر سائل کو دیدی۔

۸۔ جو دفاع اسلام کیلئے پیغمبرؐ اسلام کی حمایت میں عیسائی علماء سے مقابلہ کرنے کیلئے میدان مباہلہ میں آگئیں۔

۹۔ جس کے دروازے پر لکڑیاں اکٹھی کی گئیں تاکہ اس کے گھر کو آگ لگادیں۔

۱۰۔ جس کے اوپر دروازہ گرایا گیا جس سے اُس کا پہلو شکستہ ہوگیا۔ اور اس کے بطن میں بچہ شہید ہوگیا۔

۱۱۔ جس نے اپنے شوہر کے گلے میں رسّی کا پھندا ڈالتے ہوئے دیکھا۔

۱۲۔ جو اپنے پدر رسولؐ خدا کے بعد صرف ۹۰ دن زندہ رہیں۔

۱۳۔ جو یہ کہہ رویا کرتی تھیں کہ " بابا جان تمہارے بعد میرے اوپر وہ مصیبتیں پڑیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو وہ مثل رات کے سیاہ ہو جاتے۔

نام ونسب

نام :- فاطمہؑ

کنیت :- امّ الحسن، امّ الحسنین، امّ المحسن، امّ السبطین، امّ الآئمہ، امّ ابیھا۔

القاب :- القاب زیادہ ہیں لہٰذا علاحدہ اگلے صفحہ پر لکھے گئے ہیں۔

والد :- حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

والدہ :- حضرت خدیجہ (س)۔

شوہر :- حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ۔

اولاد :- حضرات امام حسنؑ، امام حسینؑ، زینبؑ، ام کلثومؑ اور حضرت محسن (جو بطن مادر میں شہید کر دیئے گئے)۔

دادا دادی :- حضرت عبد اللہ (س)۔ حضرت آمنہ (س)

نانا۔نانی :- خویلد۔ فاطمہ بنت زایدہ

تاریخ ولادت :- ۲۰ر جمادی الآخر ۵ بعثت نبوی۔

مقام تولد :- مکہ معظمہ۔

تاریخ شہادت :- ۱۳ر جمادی الاول ۱۱ھ

مدفن :- جنت البقیع (مدینہ منورہ)

کل عمر :- ۱۸ سال۔

القاب

بتول، حصان، حره، سید العذرا، حوراء المبارکہ، طاہرہ، زکیہ، رضیہ، مرضیہ، محدثہ، مریم الکبریٰ، صدیقۃ الکبریٰ نوریہ سماویہ۔ وجہ تسمیہ و نامیدہ شدہ:-

الصدیقۃ بالاقوال، المبارکۃ بالاحوال، الطاہرۃ بالافعال، الزکیۃ بالعدالہ، الراضیۃ بالمقالہ، المرضیۃ بالدلالۃ، المحدثۃ بالشفقۃ، الحرۃ بالنفقۃ، السیدۃ بالصدقۃ، الحنان بالمنان، البتول فی الزمان، الزہراء بالاحصان، مریم الکبریٰ بالستر، فاطمۃ بالبر، النوریۃ بالشہادۃ، السماویۃ بالعبادۃ، الحانیۃ بالزہادۃ، العذرا بالولادۃ، الزاہدۃ الصفیۃ، سیدۃ النسوان، حبیبۃ حبیب الرحمٰن، المحتجبۃ عن خزان الجنان، صفیۃ الرحمٰن، ابنۃ سید المرسلین، قرۃ عین جمیع الخلایق اجمعین، واسطۃ العقد بین سیدات نساءِ العالمین، متظلمۃ بین یدی العرش یوم الدین، ثمر النبوۃ، ام الائمۃ، زہرۃ فواد شفیع الامۃ، الزہراءِ المحترمۃ، العزۃ المحتشمۃ، المکرمۃ تحت القبۃ الخضراءِ، الانسیۃ الحوراء، البتول العذرا، سیدۃ نساء، وارثۃ سید الانبیاء، قرینۃ سید الاوصیاء، فاطمۃ الزہراء

الصديقة الكبرى، راحة روح المصطفى، حاملة البلوى
من غير فزع ولا شكوى وصاحبة شجرة طوبى ومن
انزل في شأنها وشان زوجها واولادها سورة هل اتى،
ابنة النبي وصاحبة شجرة الوصي، ام السبطين وجدة
الائمة وسيدة النساء الدنيا والاخرة زوجة المرتضى
والدة المجتبى، ابنة المصطفى، سيدة المعصومة الكريمة،
المظلومة الشهيدة، السيدة الرشيدة، شقيقه مريم
ابنة المحمد الاكرم، المعظمة من كل شي، المظلومة
بكل خير، المعنونة في الانجيل، الموصوفة بالبر والتبجيل
درة صاحب الوحي والتنزيل، جدها الخيل ومارحها
الجليل



حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام

حضرت فاطمہ زہرا بعثت رسولؐ کے پانچویں سال مکہ میں پیدا ہوئیں پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ فاطمہؑ کا نور زمین و آسمان کی خلقت سے قبل خلق ہوا تھا۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے ایسے زمانے میں صحن حیات میں قدم رکھا جب قریش کی جہالت عروج پر تھی۔ ان جہلاء عرب نے آپ کے پدر بزرگوار کو ہر طرف سے گھیر رکھا تھا اور آنحضرتؐ اپنی حیات طیبہ کے سخت ترین مراحل کو مسلسل طے فرما رہے تھے۔

ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زوجہ حضرت خدیجہ (س) کے کمرے میں وارد ہوئے۔ دیکھا خدیجہ (س) کسی سے باتیں کر رہی ہیں۔ رسولؐ نے پوچھا۔ اے خدیجہ (س) کس سے باتیں کر رہی تھیں؟ حضرت خدیجہ (س) نے فرمایا۔ کہ یہ بچی جو میرے بطن میں ہے تنہائی میں میری مونس و ہمدم ہوتی ہے، مجھ سے باتیں کرتی ہے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ وہ پاک و پاکیزہ بیٹی ہوگی، جس کی نسل سے آئمہ طاہرین وجود میں آئیں گے، جو بعد انقطاع وحی روئے زمین پر خلفائے حق ہونگے۔

جناب خدیجہ (س) عرب کی ملکہ کہی جاتی تھیں۔ انھوں نے کافی تلاش و جستجو کے بعد ہمارے رسول ص حضرت محمد ص کو شادی کیلئے پسند کیا تھا۔ اس وقت تک آپ نے اعلان نبوت بھی نہیں فرمایا تھا۔ زنان قریش و بنی ہاشم اس بات پر انتہائی ناراض تھیں کہ اِن صاحب ثروت بی بی نے ایک یتیم سے شادی کیوں کرلی۔ چنانچہ جب حضرت خدیجہ (س) میں آثار تولّد نمودار ہوئے تو زنانِ قریش و بنی ہاشم نے ان سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی۔ جناب خدیجہ (س) کو اسکا بہت افسوس اور احساس تھا۔

جناب فاطمہ زہرا ع کی ولادت سے قبل چار عورتیں جن کا رنگ، شکل و صورت زنانِ بنی ہاشم سے مشابہ تھی، حضرت خدیجہ (س) کے گھر تشریف لائیں۔ جناب خدیجہ تمام بنی ہاشم سے واقف تھیں لہذا ان سے دریافت کیا تم کون ہو؟ ان عورتوں نے جواب دیا۔ ہم زنان جنت ہیں۔ بحکم خدا ہم چار حوریں آپ کی خدمت کیلئے متعین کی گئی ہیں۔ چنانچہ وہ حوریں خدمت خدیجہ (س) میں مصروف ہوگئیں۔

جس وقت حضرت فاطمہ زہرا ع کی ولادت ہوئی، مکہ میں ایک نور نمودار ہوا، جس نے مکہ کے سارے مکانوں کو روشن اور نورانی کر دیا۔ ولادت کے وقت بچّی کی زبان پر شکر خدا تھا۔ یہ بچّی ہر قسم کی نجاست اور زنانہ گندگی سے پاک تھی۔ حوروں نے بچّی کو ماں کے سپرد کیا اور جنت کیلئے پرواز کرگئیں۔ خداوند عالم نے ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ ہمارے حبیب ص سے جاکر کہو کہ اس بچّی کا نام فاطمہ ع رکھیں چنانچہ رسول ص خدا نے آپ کا نام فاطمہ ع رکھا۔

رسول ص خدا کی صدائے توحید کی وجہ سے سرداران قریش اور دیگر قبائل اپنے دلوں میں آنحضرت کی طرف سے سخت بغض و کینہ رکھتے تھے اور آپ ص کے جانی دشمن ہوگئے تھے۔ وہ سب اس بات پر بہت خوش تھے کہ محمد ص کے کوئی بیٹا نہیں ہے۔ آنحضرت ص کو طعنہ دیتے تھے کہ (معاذ اللہ) ابتر ہیں، ان کی نسل (معاذ اللہ) منقطع ہوچکی ہے انکے کوئی اولاد نہیں ہوگی۔ حالانکہ وہ اس بات سے غافل تھے کہ فاطمہ ع کی آغوش میں زندۂ جاوید سیّد الشہداء پرورش پائیگا۔ جو اسلام

کے انقلاب توحیدی کو تا ابد قائم و دائم رکھے گا۔

جناب فاطمہ زہراؑ سے قبل جناب خدیجہ س، کے بطن سے رسولؐ خدا کے دو بیٹے بھی پیدا ہوئے تھے لیکن دونوں زمانہ طفولیت میں ہی انتقال کر گئے۔ دشمنان پیغمبرؐ جن کا راس و رئیس ابوسفیان تھا خوشی سے رقص و شادمانی کرتے تھے، رسولؐ خدا پر طعن و شماتت کرتے تھے کیونکہ آپؐ کے بیٹوں کو بچپنے میں ہی انتقال کرتے دیکھ چکے تھے اور حضرت خدیجہ س کی عمر ساٹھ سال کے قریب پہنچ چکی تھی۔

دشمنوں کی شماتت جاری تھی کہ پیغمبرؐ اسلام کے گھر میں ہونے والے ایک نومولود کی خبر مکہ میں پھیل گئی، یہ جان کر کہ نوزائیدہ دختر ہے وہ اور زیادہ خوشیاں منانے لگے۔ لیکن پیغمبرؐ راضی و شاکر تھے کہ امین وحی حضرت جبرئیلؑ سورہ کوثر لیکر نازل ہوئے۔ جس میں شماتت اعداء سے زخمی دلِ پیغمبرؐ کے لئے گویا مرہم تھا۔ اس میں بشارت دی گئی تھی کہ ہم نے تمہیں کوثر (کثرت اولاد) عطا کی پس آپؐ کا دشمن ہی ابتر (نسل بریدہ) رہیگا۔ ع1

عورت کی شخصیت نے فاطمہؑ کے وجود میں سر بلندی حاصل کی اور آسمان کی طرف رخ کر کے بلندیوں کی منزل معراج کی طرف قدم بڑھایا، عورت کی فضیلت قرآن کی زینت بنی اور خالق ارض و سما کے حکم سے عورت اس قابل ہوئی کہ اُس کی ولادت کی خوشی میں شکر و سپاس خدائے تعالیٰ بجالائیں۔ فاطمہؑ کی پیدائش کی وجہ سے دشمن اپنے مقصد میں ناکام ہوگئے اور دوستوں کے لبوں پر شکر و رضامندی کے ترانے تھے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ جب جناب فاطمہ زہراؑ کی ولادت ہوئی تو کفار و مشرکین مکہ رسولؐ خدا کے جانی دشمن تھے۔ وہ نت نئی سازشوں کے جال پیغمبرؐ اسلام کے خلاف پھیلا رہے تھے۔ وہ ہر وقت آپؐ کے درپے آزار رہتے تھے۔ شاید ہی کوئی ایسا دن گزرتا ہو جب پیغمبرؐ کو آزار یا اہانت و تمسخر

ع1 سورہ کوثر۔ اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَؕ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡؕ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ

کی اذیت اُن کفار کی طرف سے برداشت نہ کرنی پڑتی ہو۔ یہ تو ان بی بیؑ کی والدہ حضرت خدیجہؑ اور چچا حضرت ابوطالبؑ کا رعب تھا کہ حد سے تجاوز کرنے کی ہمت کسی میں نہ تھی۔ تاہم جناب فاطمہ زہراؑ کا بچپن محرومیت و مشکلات میں گزرا۔

حضرت فاطمہؑ ابھی پانچ چھ سال کی ہی تھیں کہ پیغمبرؐ اسلام کے مشن میں دو عظیم معین و مددگار یعنی حضرت خدیجہؑ اور حضرت ابوطالبؑ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انکے انتقال سے اہل مکہ کے حوصلے بڑھ گئے اور اُن کے کھلم کھلا مظالم میں اضافہ ہو گیا۔ ادھر اندرونِ خانہ جناب خدیجہؑ کی نمائندہ حضرت فاطمہؑ تھیں جو آنحضرتؐ کے رنج و ملال اور غم و اندوہ کو مضمحل کر دیتی تھیں، وہ پیغمبرؐ اسلام کی مونس و غمخوار تھیں۔ ان خدمات کی وجہ سے پیغمبرؐ اسلام اُنھیں پارہ جگر اور اُم ابیہا یعنی باپ کی ماں، کہا کرتے تھے۔ جناب فاطمہ زہراؑ بھی اپنے بابا جان کی خدمت و نصرت اسی طرح کرتی تھیں جیسے کوئی ماں اپنے فرزند کی کرتی ہے۔

ایک مرتبہ پیغمبرؐ اسلام خانہ کعبہ کے نزدیک نماز میں مشغول تھے۔ ابوجہل اور اُس کے گروہ کے کچھ ساتھیوں نے دیکھ لیا۔ ابوجہل نے اونٹ کا ایک اوجھ منگوایا جسے ایک دن قبل ذبح کے بعد مع غلاظت نکال کر پھینک دیا گیا تھا۔ پیغمبرؐ اسلام جب سجدے میں گئے تو اُن لوگوں نے مکروہ اوجھ آنحضرتؐ کے سر پر ڈال دیا۔ اُس میں اتنا وزن تھا کہ آنحضرتؐ سجدے سے سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ کسی نے آپؐ کے گھر اطلاع کر دی۔ حضرت فاطمہؑ دوڑی ہوئی تشریف لائیں۔ بابا جان کے سر سے اس گندگی کو ہٹایا اور ابوجہل کو انتہائی سخت و سست جملوں میں تنبیہ کی۔ صرف یہ ہی واقعہ نہیں بلکہ اکثر فاطمہ زہراؑ نے اپنے پدر بزرگوار کی اسی طرح مدد کی۔ نیز یہ کہ پیغمبرؐ اسلام کو کفار کے شر سے اگر کبھی کوئی زخم آجاتا تھا تو آپ اپنے ہاتھوں سے دھو کر اسکی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

جناب فاطمہ زہراؑ کو اپنے پدر بزرگوار کے گھر کی ۹ سالہ زندگی میں کل ۶ سال والدہ گرامی کی آغوشِ تربیت میں زندگی گزارنے کا موقع ملا۔ اس دوران ان کی والدہ کی آغوش اسلامی

تربیت گاہ تھی۔ جس میں علاوہ کارِ خیر و نیکی نہ کچھ دیکھا نہ کیا نیز آپ دورِ جاہلیت کی تمام خرافات گندگی سے پاک و پاکیزہ تھیں۔ آپ کی والدہ حضرت خدیجہ تھیں، وہ تھیں جن کی تعریفیں اُن کے انتقال کے بعد رسولؐ اسلام اپنی دیگر ازواج کے روبرو ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ اُن کے انتقال کے بعد خود پیغمبرؐ اسلام اپنی پارہ جگر کے مربّی اسوہ حسنہ رہے۔

حضرت فاطمہ زہراؑ انتہائی عفیف و نجیب و باحیا لڑکی تھیں۔ وہ صاحبِ عصمت و عفّت و طہارت تھیں۔ وہ صفات فاضلہ اور اسرار نبوّت کی حامل تھیں۔ انھیں قوّت ارادی، جود بخشش، عشقِ خداوندی، تہذیب و تربیت، پاکیزگی و بزرگی و عزت نفس اپنی ماں سے حاصل ہوئی تھیں۔ ملکات آسمانی، تقوی و پارسائی، عقل و ہوشمندی، مشکلات میں صبر و قناعت، بردباری، حلم، جود و ایثار اپنے پدر بزرگوار سے حاصل ہوئیں نیز اپنے شوہر سے شجاعت و شہامت اور فصاحت و بلاغت سیکھیں۔ وہ وحی و نزول قرآن پر محیط اور ولایت و امامت کی وارث تھیں۔ چونکہ ان میں جوہر عقل و دانش ایسا تھا کہ ہر اچھی چیز کو جلد سیکھ لیتی تھیں لہذا مظہرہ صفات و کمال و جلالِ نبوّت و امامت بن گئیں۔

پیغمبرؐ اسلام اپنی بیٹی فاطمہؑ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔ جب کبھی حضرت فاطمہؑ پیغمبرؐ اسلام کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں، آپؐ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے، بیٹی کو پیار کرتے تھے، انھیں اپنی جگہ پر بٹھا دیتے تھے اور خود کھڑے رہتے تھے۔ یہ اس لئے نہیں کہ وہ آپؐ کی چہیتی بیٹی تھیں بلکہ حضرت فاطمہؑ کی قدر و منزلت انکی عفّت و عصمت اور پیش خدا اور رسولؐ درجات عالیہ کے سبب سے تھی۔

جب حضرت فاطمہ زہراؑ سن رشد کو پہنچیں تو قریش کے صاحب ثروت و شہرت اور برگزیدہ افراد نے پیغمبرؐ اسلام کے حضور پہنچکر نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ آپؐ جناب فاطمہ زہراؑ سے ایک ایک کا نام لیکر ان کی رائے معلوم کرتے تھے۔ حضرتِ فاطمہؑ ان کے نام سن کر اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے منہ پھیر لیتی تھیں۔ پیغمبرؐ اسلام خود سمجھتے تھے کہ ان میں فاطمہؑ کا کفو ایک بھی نہیں

پیغمبرؐ اسلام کے سامنے لایا گیا تو آپ اشکبار ہو گئے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے فرمایا پروردگار جسکے جہیز میں اکثر ظروف مٹی کے ہوں اس کی شادی کو مبارک قرار دے دینا۔

ازدواجی زندگی کے آغاز سے لیکر آخر حیات تک تاریخ اسلام میں کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا جس سے یہ ظاہر ہو کہ جناب سیدہؑ نے اپنے شوہر حضرت علیؑ سے جو ہمیشہ جنگوں میں مصروف رہتے تھے یہ کہا ہو کہ "آپ ہمیں بھی کچھ وقت دیا کریں"۔ بلکہ تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ ہمیشہ حضرت علیؑ کی مدد کرتیں اور ان کا حوصلہ بڑھانے کی سعی فرماتی تھیں۔ انھوں نے اپنے شوہر سے کبھی کوئی فرمائش نہیں کی، وہ گھر کا سارا کام خود کرتی تھیں، وہ خود چکّی پیس کر آٹا بناتی تھیں، کھانا خود تیار کرتی تھیں، شوہر اور بچوں کے کپڑے دھوتی تھیں، برتن اور گھر خود صاف کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ دیگر عبادات میں بھی اس منزل پر تھیں کہ انھیں اسلام کی خاتون اوّل کا درجہ دیا جاتا ہے۔

ہجرت سے لے کر جب تک آپ بقید حیات رہیں، کوئی بھی ایسا اسلامی مسئلہ نہ تھا جس میں جناب سیدہؑ نے اپنا کردار پیش نہ کیا ہو۔ رسولؐ خدا کا اپنی بیٹی کی تعظیم کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ بی بی کس عظیم شخصیت اور کردار کی مالک تھیں۔ یہ حقیقت اس وقت اور واضح ہو جاتی ہے جب ہم اس امر کو پیش نظر رکھیں کہ رسولؐ خدا کا ہر قول و فعل رضائے الٰہی کے مطابق رہا ہے۔ اگرچہ ایک جواں سال بیٹی کے احترام میں اس کے والد کا کھڑا ہونا ایک نہایت ہی عجیب اور مافوق العادۃ امر کی حیثیت رکھتا ہے لیکن پھر بھی یہ امر اس خاتون جنت کی عظمت کردار و شخصیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ رسولؐ خدا ہر سفر کے موقعہ پر جس شخصیت کو سب سے آخر میں الوداع کہتے اور سفر سے واپسی پر جس سے سب سے پہلے ملتے تھے وہ حضرت فاطمہ زہراؑ ہی تھیں۔

اہلبیت رسولؐ

حضرت فاطمہ زہراؑ کی حیات طیبہ حق پسند سلسلہ نسواں کیلئے بہترین نمونہ ہے ۔ انھوں نے اپنے شوہر کی فرمانبرداری کا وہ بے مثل نمونہ پیش کیا ہے جو ہر ایک مسلمان عورت کیلئے سبق آموز ہے ۔ ان کا تقویٰ و پرہیزگاری خواتین عالم کیلئے بہترین راہنما ہے ۔ رسولؐ خدا کے مشہور ایرانی صحابی ۔ حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ "رسولؐ اسلام کی اکلوتی دختر ۔ انؐ کے خلیفہ و جانشین کی زوجہ حضرت فاطمہؑ زہرا بے مثل خاتون تھیں ، وہ غریب مزدوروں جیسی زندگی بسر کرتی تھیں ۔ یہ خاندان اگر اپنی کمائی کا دسواں حصہ بھی اپنے اوپر خرچ کرتا تو آسودگی کی زندگی بسر کر سکتا تھا ۔"

یہ فاطمہؑ زہرا ہی تھیں جنھوں نے فرمایا کہ عورت کیلئے سب سے بہترین شے یہ ہے کہ وہ کبھی کسی نامحرم پر نظر نہ ڈالے ، نہ خود کو اس کی نظروں کے سامنے ظاہر ہونے دے ۔ اگر عورتیں جناب سیدہؑ کی اس ہدایت پر عمل کریں تو ہمارا معاشرہ قابل رشک پاک و پاکیزہ اور صحتمند ہو جائیگا نسوانیت آج کے دور میں بھی عفت مآب اور قابل احترام بنتے ہو جائیگی ۔ جناب سیدہؑ کی حیات طیبہ اپنے دامن میں بیشمار گراں قدر درس لیے ہوئے ہے اور وہ تمام اسباق جو ہمیں ان عظیم خاتون کی حیات طیبہ سے حاصل ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک پر اگر تفصیلی روشنی ڈالی جائے تو کئی ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں مگر یہاں صرف اشارتاً ہی بعض پہلوؤں کا ذکر کرنے پر اکتفا کی گئی ہے ۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کے بارے میں پیغمبرؐ اسلام کی بہت سی احادیث ملتی ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں ۔

" فاطمہؑ میری پارۂ جگر ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے

ہو سکتا کہ خداوندعالم نے معاذاللہ۔ پیدا تو عام انداز پر کیا لیکن بعد میں اس کی حکمت میں تبدیلی آگئی اور اُس نے ان کو پاک کرنے کا ارادہ کیا ۔لہٰذا آیتِ تطہیر عصمت اہلبیتؑ کی دلیل ہے ۔جنمیں خاتونِ جنت جنابِ سیدہ حضرت فاطمہؑ بھی شامل ہیں۔

پیغمبرؐ اسلام کے پاس لوگ جوق درجوق آتے تھے اور درخواست کرتے تھے کہ آپؐ نے ہمیں اسلامی تعلیمات سے مالا مال کر کے بہترین قوم بنادیا ہے ۔آپؐ اپنی تبلیغ رسالت کی اُجرت ہم سے طلب کر لیجئے ۔خداوندعالم کا حکم آیا کہ اے ہمارے رسولؐ یہ لوگ تمہارے پاس آکر کہتے ہیں کہ تبلیغ رسالت کا اجر ہم سے لے لو۔ انُ سے کہدو کہ میں تبلیغ رسالت کا اجر کچھ نہیں چاہتا علاوہ اسس کے کہ میرے اہلبیتؑ سے مودۃ (محبت) کرتے رہنا۔ ؏۱
اس آیت میں مسلمانوں کے لیے خاص ہدایت ہے کہ اگر تم پیغمبرؐ کی محنت وجانفشانی کی قدر کرتے ہو اُن کے ذریعہ پہنچائے گئے اسلام کی وجہ سے صاحب عزّت و عظمت ہو' اور اگر تم چاہتے ہو کہ تبلیغ رسالت کی خدمات کا کچھ صلہ پیغمبرؐ اسلام کو دے کر راہ راست پر قائم رہو تو اُن کے اہلبیتؑ سے محبّت کرو۔ تاکہ اس دنیا میں باعزّت زندگی بسر کرو اور آخرت میں بھی پیشِ خدا سرخرو ہو کر جنّت کے مستحق قرار پاؤ۔

؏۱ آیت مودۃ۔ قُل لَّآ اَسئَلُکُم عَلَیہِ اَجرًا اِلَّا المَوَدَّۃَ فِی القُربٰی ۔ (سورہ شوریٰ آیت ۲۳)

نسل انسانی کی نجات کے لئے پیغمبرؐ اسلام نے آخری وقت میں فرمایا۔ کہ میں تمہارے درمیان دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اُن میں ایک کتاب خدا ہے اور دوسرے میرے اہلبیتؑ یہ آپس میں ہرگز جدا نہیں ہونگے حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔ جب تک تم ان سے تمسک کئے رہوگے ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے۔ دیکھتا ہوں تم میرے بعد ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے ہو[1]" دوسرے موقعہ پر رسولؐ آپؐ نے فرمایا۔ "میرے اہلبیت کی مثال سفینہ نوح جیسی ہے، جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا جس نے اس سے گریز کیا غرق اور فنا ہو گیا۔" ع۲

پیغمبرؐ اسلام کے دور میں عیسائی پادریوں نے اپنی روحانیت کا رعب جما رکھا تھا۔ وہ اپنی روحانی طاقت کے سلسلہ میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے تھے۔ اور ہر معقول دلیل کو اپنے روحانی رعب و دبدبہ کے نیچے دفن کر دیتے تھے۔ عیسائی ان کے حکم کو حکمِ خدا سمجھتے تھے۔ کسی میں ان کے احکام و ارشادات کی مخالفت کر سکنے کی جرأت نہ تھی۔ اسی فرضی رعب و جلال کے ساتھ نجران کے عیسائی علماء کا ایک وفد پیغمبرؐ اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آنحضرتؐ پر عیسائیت کی تبلیغ کریں۔ تین دن تک بحث ہوتی رہی، وحی کا سلسلہ جاری رہا، پیغمبرؐ خدا ان کے اعتراضات کے جواب میں آیاتِ قرآنی کی تلاوت فرماتے رہے مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے کہ عیسیٰؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ تب خداوند عالم کا حکم آیا کہ اے رسولؐ یہ لوگ اس طرح نہیں مانیں گے ان سے کہو کہ "آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ پھر خدا سے جھوٹوں پر لعنت کرنے کی دعا کریں۔ ع۳

ع۱ و ع۲ ملاحظہ فرمائیں۔ صحیح ترمذی، مسلم، حلیۃ الاولیاء ابی نعیم، کنز العمال، الصواعقہ ابن حجر، مستدرک الصحیحین، درمنثور سیوطی وغیرہ۔

ع۳ آیت مباہلہ۔ سورہ آلِ عمران آیت ۶۱۔

۲۴ ذی الحجہ کی صبح پیغمبرؐ اسلام مندرجہ بالا آیت پر اس طرح عمل کرتے ہیں کہ رسالت مآبؐ نے ان بیٹوں کو تلاش کیا جو معصوم تھے تو صرف حسنینؑ ملے۔ عورتوں میں ازواج موجود تھیں، مومنین کی مخدرات موجود تھیں۔ اور آیت میں لفظ 'عورتوں' ہے 'عورت' نہیں ہے مگر نگاہِ رسالت میں صرف ایک ہی معصومہ تھیں 'فاطمہؑ' اسی طرح نفسوں میں صرف ایک حضرت علیؑ ساتھ تھے۔ رسولؐ خدا اس شان سے میدانِ مباہلہ کی طرف چلے کہ آگے خود ہیں، گود میں امام حسینؑ ہیں، امام حسنؑ کی آپ انگلی پکڑے ہوئے ہیں آپؐ کے پیچھے حضرت فاطمہؑ ہیں انکے پیچھے حضرت علیؑ ہیں۔ میدانِ مباہلہ میں پہنچ کر پیغمبرؐ خدا نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے اور فرمایا "پروردگار میرے ساتھ یہ میرے اہلبیتؑ ہیں" علماء نجران نے ان ذوات مقدسہ کو دیکھا۔ اور آپس میں کہنے لگے۔ " خدا کی قسم ہم وہ چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر یہ خدا سے دعا کریں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا۔ خبردار ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ روئے زمین پر ایک بھی عیسائی باقی نہیں رہے گا۔" چنانچہ انھوں نے مباہلہ نہیں کیا اور جزیہ دینا قبول کرلیا۔

ایک مرتبہ حضرات حسنینؑ بیمار ہو گئے۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے نذر مانی کہ اپنے بچوں کے صحت یاب ہونے پر میں تین روزے پے در پے رکھونگی، حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو انھوں نے بھی نذر مان لی۔ اور خود حسنینؑ نے بھی نذر مان لی۔ گھر میں ایک کنیز تھیں 'فضہؑ' انھوں نے بھی منت مان لی۔ بچے صحت یاب ہو گئے۔ منت بڑھانے کا موقعہ آیا۔ سب نے روزے کی نیت کر لی۔ حضرت علیؑ مزدوری کرنے گئے شام کو بطور مزدوری جو، لیکر آئے، حضرت فاطمہؑ نے انھیں پیسا، آٹا تیار کیا، روٹیاں بنائیں۔ کل پانچ روٹیاں بنیں۔ افطار کا وقت ہے، ہر ایک کے سامنے ایک ایک روٹی رکھی ہے تھوڑا سا نمک اور ایک ایک پیالہ پانی ہے۔ افطار کیلئے روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا، دروازے سے آواز آئی السّلام علیکم یا اہلبیت رسولؐ میں مدینہ کے مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں کچھ کھانے کو دیدو۔ سب نے یکے بعد دیگرے

اپنے اپنے آگے کی روٹی مسکین کو دیدی۔ اور صرف نمک و آب سے روزہ افطار کیا۔

دوسرے دن پھر روزہ، مزدوری، روٹی، افطار وہی کل والا انداز۔ پھر ایک آواز ہے۔ السّلام علیکم یا اہلبیت رسول میں مدینہ کے یتیموں میں سے ایک یتیم ہوں، دو دن سے بھوکا ہوں کچھ کھانے کو دیدو۔ پھر سب اپنے اپنے آگے کی روٹی اٹھا کر دیدیتے ہیں۔ تیسرے دن بھی وہی ہوا۔ افطار کے وقت آواز آتی ہے۔ السّلام علیکم یا اہلبیت رسولؐ میں مدینہ کے اسیروں میں سے ایک اسیر ہوں۔ تین دن سے کچھ کھانے کو نہیں ملا ہے کچھ کھانے کو دیدو۔ آج بھی سب اپنے اپنے حصّہ کی روٹی سائل کو دیدیتے ہیں۔ ادھر رسولؐ خدا پر سورہ دہر کی آیات نازل ہوتی ہیں "یہ وہ لوگ ہیں جو نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوگی ڈرتے ہیں، اور اس کی محبّت میں محتاج، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو تم کو بس خالص خدا کے لئے کھلاتے ہیں ہم تم سے نہ بدلے کے خواستگار ہیں نہ شکر گزاری کے۔" ع۱

ان آیات کے موصول ہوتے ہی پیغمبرؐ اسلام خانہ سیدہؑ میں تشریف لاتے ہیں نڈھال چہروں کو دیکھکر قرآنی آیات کی تفسیر کو سمجھ لیا۔ بارگاہ ایزدی میں دست دعا بلند کئے اور جنّت سے روزہ کشائی کے لئے غذا آئی فاطمہؑ کے عظمت کردار کی مناسبت سے یہ پہلا واقعہ نہ تھا بلکہ متعدد مرتبہ ایسا ہوا جس سے ان کی عصمت و عظمت اور ہیبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جس کا قرآن بھی شاہد ہے۔ بغرض اختصار ان کو ترک کرنا پڑا ہے۔ مگر اتنا تو ہم لکھنے کے لئے مجبور ہیں کہ یہ بی بی جو پیغمبرؐ اسلام کی مونس و غمخوار تھیں۔ جن کے پردہ اور حیا و شرم کا یہ عالم کہ وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ پردہ شب میں اٹھایا جائے تاکہ تابوت پر بھی نامحرم کی نظر نہ پڑے۔ وہ بی بی جو حقّانیت و عظمت و حفاظتِ دین کی خاطر اپنے پردے کا احترام کرتے ہوئے عیسائی علماء

ع۱ سورہ دہر آیات ۷ تا ۹

کے مقابلہ میں آئی تھیں۔ بعد رسولؐ انھیں اپنا حق طلب کرنے کے لئے مسلمانوں کے دربار حکومت تک پہنچنا پڑا۔ کیونکہ حکومتِ وقت نے رسولؐ کی بیٹی کو سرکاری حکمنامہ کے تحت باپ کی میراث سے محروم کر دیا تھا

بعد رسولؐ مسلمانوں نے دروازہ سیدہؑ پر لکڑیاں لاکر اکٹھی کر دیں تاکہ اس گھر کو آگ لگا دیں۔ جس میں اہلبیتؑ رسولؐ تھے۔ فاطمہؑ دروازے کے قریب آئیں۔ دروازہ نہ کھولا تو ان نام نہاد مسلمانوں نے دھکا مار کے دروازہ کو جناب سیدہؑ پر گرا دیا، جس سے جناب فاطمہؑ کے حمل میں بچہ شہید ہو گیا۔ جس کا نام قبل ولادت امیر المومنین حضرت علیؑ نے محسن، رکھا تھا۔ فاطمہؑ نے آنکھوں سے دیکھا کہ انکے شوہر جو فاتح بدر و حنین تھے ان کے گلے میں رسّی کا پھندا ڈال کر گھر سے باہر کھینچ کر لے گئے۔ یہ سب کچھ دخترِ رسولؐ کو اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے پہلے ہفتہ میں برداشت کرنا پڑا۔ پھر جو مصائب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو جناب فاطمہؑ کو بابا جان کی قبر مطہر پر جاکر مرثیہ پڑھنا پڑا۔ جس کا مطلع یہ ہے ؎

صبّت علیَّ مصائب لو أنّھا
صبّت علی الایّام صرن لیالیا

یعنی بابا جان تمہارے بعد میرے اوپر وہ مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑجاتیں تو دن مثل سیاہ رات کے ہو جاتے۔

پیغمبرؐ اسلام کی رحلت کے اندرون تین ماہ جناب فاطمہؑ زہرا بھی ۱۳ جمادی الاوّل ۱۱ھ کو اپنے پدر بزرگوار سے ملحق ہو گئیں۔ وقت آخر جناب سیدہؑ نے حضرت علیؑ سے فرمایا "اے ابوالحسنؑ! میں نے اپنی زندگی میں کوشش کی تھی کہ آپ کو کسی طرح کی مجھ سے شکایت نہ ہونے پائے۔ پھر بھی اگر آپ کی خدمت میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہو گئی ہو تو مجھے معاف کر دیجئے گا۔" حضرت علیؑ نے فرمایا۔ "اے بنت رسولؐ! آپ ایسی باتیں کر کے مجھے شرمندہ مت کیجئے۔

میں جانتا ہوں کہ آپ جب سے میرے گھر میں آئی ہیں آپ کو سوائے مصیبتوں اور فاقوں کے کچھ نہیں مل سکا۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ آپ اپنے پدر بزرگوار سے میری کوئی شکایت مت کیجیے گا۔"

جناب سیدہؑ کے عظمتِ کردار کے لئے حضرت علیؑ کا یہی ارشاد کافی ہے اس کی روشنی میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انھوں نے انتہائی سادہ زندگی بسر کی۔ واقعاً یہ پوری دنیا کی مسلم خواتین کے لئے نمونۂ عمل اور اسلامی معاشرے کی اصلاح کے لئے بہترین درس ہے۔ جناب سیدہؑ کی زندگی کو پیشِ نظر رکھ کر ہم یہ درس حاصل کرتے ہیں کہ ہمیں فضول خرچی کے بجائے کفایت شعاری کو اپنی زندگی کا شعار بنانا چاہیے۔ نیز ہمیں اس امر کی سعی کرنی چاہئے کہ ہم معمولی اور حقیر خواہشات پر اعلیٰ اقدار کو قربان نہ ہونے دیں۔ چونکہ مسلم خواتین حضرت فاطمہ زہراؑ کو مشعلِ راہ بنا کر ہی اسلامی معاشرے میں ایک اہم مقام حاصل کر سکتی ہیں۔ اس لئے ہماری دعا ہے کہ خداوند عالم ہمیں مخدومہ کونین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔



جنّت البقیعؒ

جنت البقیع مدینہ منورہ میں واقع ایک قدیم قبرستان ہے۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج مطہرات، چچا حضرت عباس اور خاتون جنت **حضرت فاطمہ زہرا** علیہا السلام مدفون ہیں۔

اسی قبرستان میں مندرجہ ذیل چار آئمہ معصومین علیہم السلام بھی دفن ہیں:۔

۱۔ حضرت امام حسنؑ۔

۲۔ حضرت امام زین العابدینؑ۔

۳۔ حضرت امام محمد باقرؑ۔

۴۔ حضرت امام جعفر صادقؑ۔

اسی میں مشہور فقیہہ امام مالک بھی دفن ہیں۔ اس وقت اس قبرستان کی حالت یہ ہے کہ وہاں کسی کی قبر پر قبہ موجود نہیں ہے۔ سعودی حکمرانوں نے نجدی عقائد سے متاثر ہو کر ان کو منہدم کر دیا۔ یہ سب بے سایہ ناہموار کھنڈرات سے لگتے ہیں۔ ملاحظہ ہو آئندہ صفحہ پر بضعۃ الرسول، خاتونِ جنت، ام الائمہ کا مزار۔ اس مظلومی کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

• • •



یہ ویران قبر کسی معمولی ہستی کی نہیں ہے۔ یہ نبی آخرالزماں کی چہیتی بیٹی کی قبر ہے۔ انسوس کہ اُونچے اُونچے محلوں میں رہنے والے نجدی شہزادوں کو اس منظر پر کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو اور ڈھیٹ ہوتے جا رہے ہیں۔ پہلے جب دیوار اٹھا کر عقیدت مندوں کو قبر مطہر کے قریب آنے سے روکا گیا تو یہ بیچارے دُور سے شہزادیٔ کونین کی قبر مطہر کی زیارت کر لیا کرتے تھے۔ مگر اب تو یہ صورتحال ہے کہ ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے آنے والوں کو ایک آہنی دروازہ بہت دُور روک دیتا ہے اور بیچارے گُھٹ گُھٹ کر رہ جاتے ہیں...... اور یہ ظلم اسوقت تک ہوتا رہے گا جب تک لوگ اسے سہتے رہیں گے اور عجب نہیں کہ ظلم کے ہاتھ سبز گنبد تک پہنچنے لگیں۔

حضرت

زینب (س)

بنت

حضرت علی علیہ السلام

حضرت زینبؑ

خاندانِ رسالتؐ کی وہ عظیم خاتون

★ جس نے تین روز کی بھوک پیاس میں اپنے بھائی، بھتیجے، بیٹے اور دیگر اعزا و انصار کی بہتر ۷۲ لاشیں ایک ہی دن میں دیکھیں۔

★ جس کے خیموں کو لوٹ کر اُن میں آگ لگا دی گئی۔

★ جس کے سامنے اس کے اعزا و انصار کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

★ جس کے سر سے چادر چھین کر اس کے ہاتھوں کو گردن کے پیچھے باندھ دیا گیا۔

★ جس کو قیدی بنا کر کوفہ و شام لے جایا گیا۔

★ جس کو سر برہنہ گلی کوچوں میں پھرایا گیا۔ جہاں ہزاروں نامحرم تماشہ دیکھنے کیلئے اکٹھے کئے گئے تھے۔

★ جس نے ایسے ظالم و جابر بادشاہِ وقت کو منہ توڑ جواب دیئے جو اپنے مقابل بولنے والے کو فوراً قتل کرا دیتا تھا۔

★ جس نے علیؑ کے لہجہ میں تقریریں کر کے حکومت شام کا تختہ اُلٹ دیا اور یزیدیت کو ہمیشہ کے لئے فنا کر ڈالا۔

نام ونسب

نام :۔ زینبؑ

القاب :۔ صدیقہ، صغریٰ، ثانی زہرا، عارفہ، عقیلہ، عقیلہ بنی ہاشم، عقیلۃ الطالبین، موثقہ، عالمہ غیر معلمہ، فاضلہ، کاملہ، فہیمۃ غیر مفہمہ، عابدہ آلِ علیؑ، شریکۃ الحسینؑ وغیرہ۔

کنیت :۔ ام المحن ۔۔ ام المصائب۔

والد :۔ حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ۔

(جس طرح حضرت علیؑ کی کنیت ابوتراب، ابوالحسن، ابوالحسنین تھی اسی طرح امیرالمومنینؑ کی ایک کنیت جناب زینبؑ کی نسبت سے ابو زینب بھی ہے۔ دورِ بنی امیہ میں جب کوئی حضرت علیؑ سے روایت کرتا تھا تو قتل کے خوف سے آپ کا نام لے کر روایت نہیں کرتا تھا بلکہ "ابوزینب" کہا کرتے تھے۔ کیونکہ دشمنانِ علیؑ امیرالمومنینؑ کو اس کنیت سے نہیں پہچانتے تھے۔ صرف دوستانِ علیؑ اس سے باخبر تھے)

والدہ :۔ فاطمہ زہراؑ بنتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

برادر :۔ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ دونوں آپکے بڑے بھائی تھے۔

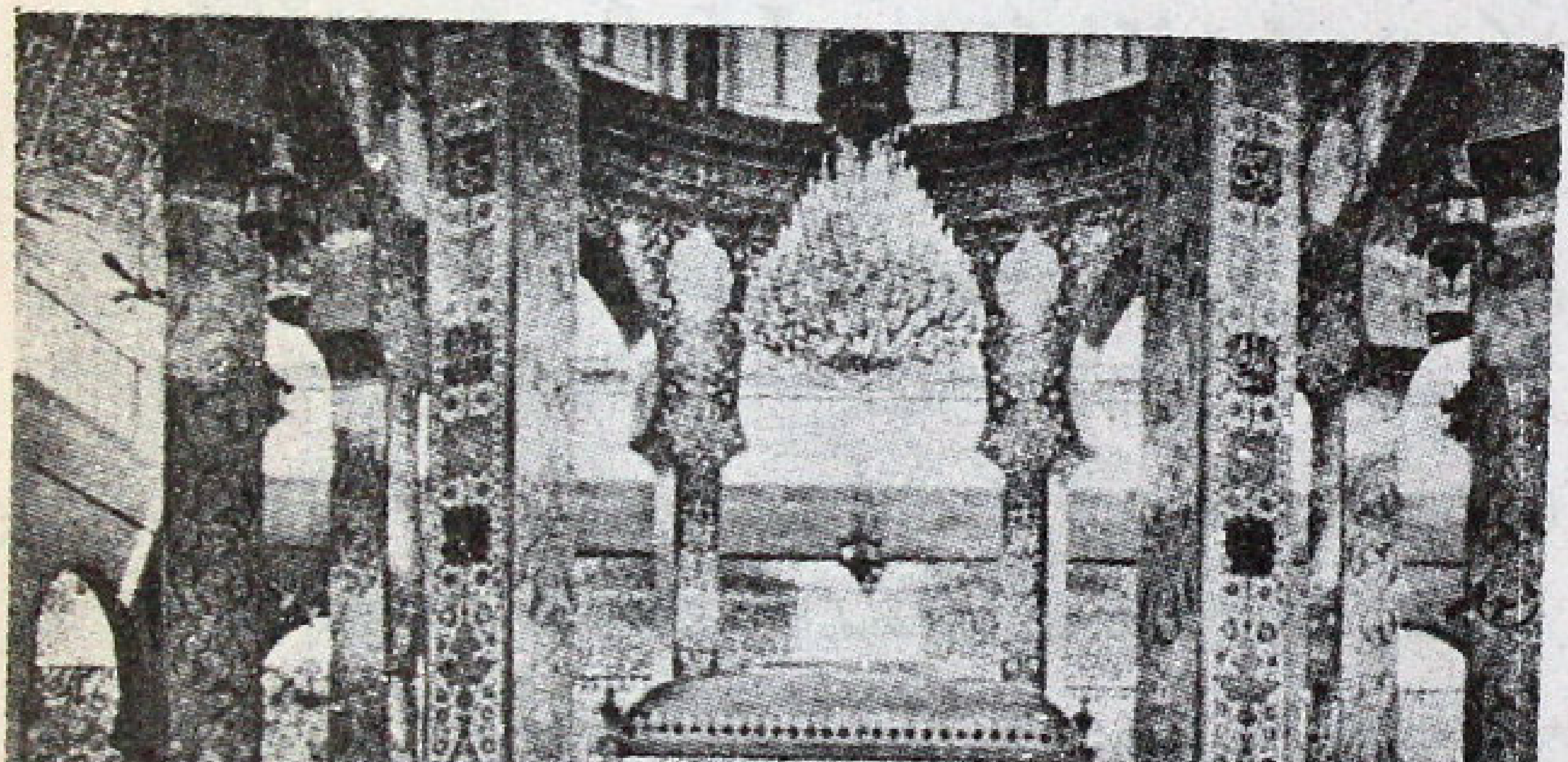
(اولادِ علیؑ میں دیگر ازواج سے بھی بیٹے تھے۔ جن میں حضرت عباسؑ علمدار بہت جلالی تھے۔ جب انھیں جلال آتا تھا تو امام حسینؑ حضرت زینبؑ سے فرماتے تھے کہ بہن میرے بھائی کو جلال آگیا ہے۔ اس وقت تمہارے علاوہ انھیں کوئی نہیں روک سکتا۔ حضرت زینبؑ کے سامنے ان کا غصہ ایسے فرو ہو جاتا تھا جیسے معصوم بچوں کا ماں کے سامنے۔

دادا۔ دادی :۔ حضرت ابو طالبؑ اور جناب فاطمہ (س) بنتِ اسد

نانا ۔نانی :۔ حضرت محمدؐ اور جناب خدیجہؑ۔

ولادت :۔ مدینہ منورہ۔ ● شہادت :۔ دمشق (شام)

حضرت زینبؑ



دمشق میں حضرت زینبؑ کا مزار مبارک

جناب زینبؑ کی ولادت ۵ جمادی الاوّل ۶ھ مدینہ میں ہوئی۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے بعض نے ۵ھ بعض نے ۶ھ اوائل ماہ شعبان لکھی ہے۔

حضرت زینبؑ کی ولادت کے وقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ میں نہیں تھے۔ سفر میں تشریف لے گئے تھے۔ حضرت امیرالمومنینؑ منتظر تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر سے واپس آئیں اور بچی کا نام رکھیں۔ جب رسولؐ خدا سفر سے واپس تشریف لائے اور حسب معمول سب سے پہلے اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے، تو نواسی کی ولادت کا مژدہ سنا، بچی کو گود میں لے کر پیار کرنے لگے۔ امیرالمومنینؑ نے آنحضرتؐ سے نام رکھنے کی فرمائش کی۔ آپؐ نے فرمایا میں اس امر میں وحی کا منتظر ہوں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت جبرئیلؑ زمین پر نازل ہوئے اور بعد تحفہ و درود و سلام عرض کیا کہ ارشاد الٰہی ہے کہ اے رسولؐ تمہاری اس نواسی کا نام ہم نے زینبؑ رکھا ہے۔

حضرت زینبؑ کے چہرہ مبارک پر نظر کر کے رسولؐ خدا گریہ کرنے لگے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ اے خدا کے رسولؐ اس وقت آپ کے گریہ کا سبب کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ ابھی ابھی جبرئیلؑ امین آئے تھے، انہوں نے بتایا کہ یہ دختر تمام آلام و مصائب اور سختیوں میں شریکۃ الحسینؑ ہے۔ حاضرینِ غائبین تک اطلاع پہنچا دیں کہ یہ دختر نمونہ و نمائندہ خدیجہ کبریٰ سلام اللہ علیہا ہے۔

بچپن سے ہی آپ علم و عرفان کی جس منزل کمال پر فائز تھیں اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ کمسنی کے زمانے میں حضرت زینبؑ اپنے پدر بزرگوار کے پاس بیٹھی تھیں اور آپ بچی کو پیار کر رہے تھے کہ بچی نے پوچھا بابا یہ تو بتائیے کہ کیا آپ کے دل میں میری محبت ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ کیوں نہیں ہوگی تم تو میری بیٹی، اور قلب و جگر ہو۔ زینبؑ نے فرمایا۔ لیکن بابا جان قلب مومن میں اللہ کی محبت اور اولاد کی محبت یہ دونوں محبتیں ایک ساتھ جمع نہیں

ہو سکتیں۔ اگر ممکن ہو تو ہمارے لئے شفقت اور محبت صرف اللہ کے لئے رکھئے۔
یہ سن کر امیر المومنین پھڑک اٹھے اور بیٹی کو سینے سے لگالیا۔

حضرت زینبؑ کو پہلا صدمہ اس وقت پہنچا جب خاندان میں سب سے زیادہ عزیز نانا جان رسولؐ خدا کی وفات ہوئی۔ اس وقت وہ صرف پانچ سال کی تھیں انہوں نے اپنی ماں کے آنسو دیکھے۔ اپنے باپ اور بھائیوں کو غمگین دیکھا انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ وفات رسولؐ کے بعد ان کی ماں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا گیا۔ ان کے باپ علیؑ کو ان کے حقوق سے محروم کیا گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے گھر پر غم و افسوس کی کیسی خاموشی چھا گئی تھی۔ وفات رسولؐ کے صرف چھ ماہ بعد انہوں نے دیکھا کہ ان کی ماں نے ایک دن اپنے سارے بچوں کو پیار کیا اور ان کی شمع حیات بجھ گئی۔ خانہ رسالتؐ دار الحزن بن گیا۔

صرف پانچ سال کی عمر میں ہی انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ مجھے بہادر بننا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے ان ذمہ داریوں کو اپنے کاندھوں پر لے لیا جو ان کی ماں نے وقت وفات ان کے سپرد کی تھیں حالانکہ وہ خود بچی تھیں لیکن خود بخود اپنے بھائیوں اور چھوٹی بہن کے لئے ماں کی طرح بن گئیں۔ امام حسینؑ کا یہ دستور تھا کہ جب جناب زینبؑ آپ کی خدمت میں تشریف لاتی تھیں تو آپ بہن کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ پر بٹھلاتے تھے یہاں تک کہ اگر امام علیہ السلام تلاوت قرآن میں مصروف ہوتے تو تلاوت کو موقوف کر کے جناب زینبؑ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے۔

حضرت علیؑ کے دور خلافت ظاہری میں جناب زینبؑ کا قیام کوفہ میں تھا آپ کا بیت الشرف معارف قرآن کی درسگاہ تھا۔ جس میں علوم قرآنی سے متعلق کلاسیں ہوتی تھیں اور آپ تفسیر قرآن پر درس دیتی تھیں۔ ایک روز جناب زینبؑ

کھٰیعص کی تفسیر بیان فرما رہی تھیں۔ دفعتاً امیر المومنینؑ تشریف فرما ہوئے۔ اور فرمایا بیٹی کیا تم عورتوں میں کھٰیعص کی تفسیر بیان کر رہی تھیں؟ فرمایا ہاں بابا جان! یہ سن کر امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا۔ بیٹی! تم عترت رسولؐ پر جو مصائب پڑنے والے ہیں یہ حروف مقطعات ان مصائب کے لئے بطور رمز کے ہیں۔ اس کے بعد امیر المومنینؑ نے ان مصائب کو بیان فرمایا اور زینبؑ بلند آواز سے گریہ کرنے لگیں۔

جب حضرت زینبؑ حد رُشد کو پہنچیں تو بہت سے معزز و رؤسائے نے حضرت علیؑ کو پیغام دیا۔ لیکن آپ نے جناب زینبؑ کے لئے اپنے بھتیجے حضرت عبداللہ ابن جعفر کو منتخب کیا۔ وہ انتہائی باعزت، نیک با اخلاق اور جری انسان تھے۔ اپنی جود وسخا کے لئے وہ بہت مشہور تھے۔ حضرت زینبؑ کے چھ بچے ہوئے چار لڑکے اور دو لڑکیاں۔

جناب زینبؑ کو شیر خوارگی کے زمانے سے ہی اپنے بھائی حضرت امام حسینؑ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ محبت حسینؑ کی وجہ سے امیر المومنینؑ نے جب آپ کا عقد عبداللہ ابن جعفر سے کیا تھا تو عقد کے ساتھ اس امر کو مشروط قرار دیا تھا کہ امام حسینؑ کے ساتھ جب بھی زینبؑ سفر کرنا چاہیں تو وہ مانع نہ ہوں گے۔ اس بنا پر عبداللہ ابن جعفر نے اس کی اجازت دے دی تھی کہ آپ ہمیشہ امام حسینؑ کے ساتھ رہیں۔

وہ وقت بھی آیا جب شہزادی زینبؑ کو ایک نیا صدمہ جانکاہ پہونچا۔ اطلاع ملی کہ تمہارے بابا جان کے سر پر حالت سجدہ میں تلوار مار دی گئی۔ زینبؑ نے اپنے باپ کے آخری لمحات دیکھے۔ ان کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش وہ بھی اپنے ماں، باپ اور نانا کے پاس چلی گئی ہوتیں

لیکن دل کی گہرائیوں سے ایک صدا بلند ہوئی کہ اے زینبؑ اپنے بھائیوں کو صبر کی تلقین کرنے کے لئے خود تمہیں بھی صبر کرنا پڑے گا۔

زینبؑ اور ان کے بھائی مدینہ میں رہ کر حق کی مدافعت کے لئے باطل کا مقابلہ کر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ خاندان رسالتؐ کی بیخ کنی کے لئے سازشیں کی جا رہی ہیں۔ جن کی تحریک حکومتِ شام کی طرف سے کی جا رہی ہے ۲۷ صفر کو ان کے بڑے بھائی حضرت امام حسنؑ کو حکومت شام کی سازش کے تحت زہر دیکر شہید کر دیا گیا۔ زینبؑ نے اپنی آنکھوں سے بھیا حسنؑ کے کلیجے کے ٹکڑوں کو طشت میں دیکھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ لوگ اتنے ظالم ہو چکے ہیں کہ ان کے بھائی کو رسولؐ اللہ کی قبر کے قریب دفن نہیں ہونے دیا۔ لہذا ان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت زینبؑ کے سامنے صرف حضرت امام حسینؑ باقی تھے۔ امام حسنؑ کی شہادت کے بعد امامت کی ذمہ داریاں امام حسینؑ کے کاندھوں پر آ گئی تھیں۔ ظالم معاشرے کی طرف سے ڈھائے گئے آلام و مصائب کو برداشت کرتے ہوئے کچھ سال گذر گئے۔ وہ دیکھ رہی تھیں کہ معاویہ کس طرح ظلم و ستم کر کے عوام کو اپنے بعد یزید لعین کی بیعت کے لئے مجبور کر رہا ہے۔ امام حسینؑ اس موقع پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ انہوں نے اعلان کر دیا کہ خلافت پیغمبرؐ اسلام کی نسل میں پاک نفوس کے لئے ہے۔ اس عہدے پر فاجر و فاسق اور شرابی جو تمام اسلامی احکام کی مخالفت کرتا ہو نہیں لایا جا سکتا۔

زینبؑ نے اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ چھوڑ دیا اور مکہ پہنچیں۔ مکہ سے عراق میں کوفہ کا رخ کیا۔ کیونکہ اہل کوفہ نے امامؑ کی حمایت کا وعدہ کیا تھا۔ کوفہ جناب زینبؑ کے لئے اجنبی جگہ نہیں تھی یہ شہر ان کے باپ علیؑ مرتضیٰ کا دارالخلافہ

تھا۔ مگر اس مرتبہ زینبؑ کا یہ سفر غم و افسوس سے بھرا ہوا تھا۔ راہ میں حضرت زینبؑ نے محسوس کیا کہ کوئی لشکر ان کا پیچھا کر رہا ہے۔ یہ گورنر کوفہ ابن زیاد لعین کی فوج تھی جس نے یزید لعن کی ہدایت کے مطابق قافلہ حسینیؑ کو کربلا کے بے آب وگیاہ میدان میں پہنچا دیا۔

کربلا میں صبح عاشور نمودار ہوئی یعنی دسویں محرم۔ خاندان رسالت نماز فجر میں مشغول ہے۔ ان پر تیروں کی بارش ہونے لگی۔ حق و باطل کی جنگ کا آغاز ہوگیا۔ امام حسینؑ ایک ایک کر کے راہ خدا میں قربانیاں پیش کرتے رہے حتیٰ کہ چھ ماہ کا شیر خوار بھی راہ خدا میں شہید ہوگیا۔ امام حسینؑ اور اصحاب درجۂ شہادت پر فائز ہوگئے۔ زینبؑ تمام آلام ومصائب میں حسینؑ کے ساتھ رہیں۔ تین دن کی بھوک پیاس میں اشقیاء کے ظلم وتشدد کا مشاہدہ کرتی رہی تھیں۔ حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے لاشے دیکھے بچّوں کی لاشیں دیکھیں۔

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد خیام کو لٹتا ہوا دیکھا۔ اس میں آگ لگتے دیکھی۔ اور دیکھا اس دہشت کے عالم میں چھوٹے چھوٹے بچّے روتے چلاّتے اِدھر اُدھر بھاگ رہے ہیں۔ زینبؑ نے بچوں کو اکھٹا کیا۔ ان کو شمار کیا دیکھا حسینؑ کی معصوم بچّی سکینہ(س) انمیں نہیں ہیں۔ یہ زینبؑ ہی تھیں جنہوں نے دشت کربلا میں بچّی کو تلاش کیا۔ ۱۱ محرم کو خاندانِ رسالت کی ان بی بیوں کو قیدی بنا کر کوفہ وشام کی جانب لے چلے۔ سروں سے چادریں پہلے ہی چھینی جا چکی تھیں۔ اب ہاتھ بھی پسِ پشت رسّیوں سے باندھ دیے گئے۔ بازارِ کوفہ کی شیشہ بندی کی گئی تھی۔ ایک عام اعلان کیا گیا تھا کہ لوگ قیدیوں کا تماشہ دیکھنے کے لئے اکھٹے ہوں۔ کوفے کے عورت، مرد، بچے چھتوں پر سڑکوں پر اکھٹے ہو گئے مگر قیدیوں کی مظلومی دیکھ کر رونے لگے۔ اس موقعہ پر حضرت زینبؑ

نے مندرجہ ذیل خطبہ بیان فرمایا۔

"ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ درود و سلام میرے جدّ امجد حضرت محمدؐ اور ان کی آلؑ پاک پر۔

"اے کوفہ والو! اے دھوکے بازو! اے دغا بازو! اے ظالمو! کیا تم ہمارے لئے رو رہے ہو؟ خدا کرے تمہاری آنکھوں سے آنسو کبھی نہ رکیں اور تمہارا گریہ کبھی ختم نہ ہو۔

"تم اس عورت کی طرح ہو جو محنت کر کے سوت کاتے پھر خود ہی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ تم ایمان کو محض اپنے فائدہ کے لئے استعمال کرتے ہو۔ فرائض کو خود غرضی مکاری اور عیاری کے مطابق ڈھال لیتے ہو۔ مت بھولو! کہ تم بیہودے لفاظ، بے بنیاد مغرور، بدطینت و عیاش، کینہ پرور و حاسد دروغگو اور عیار کے علاوہ کچھ نہیں۔ تمہارے دل بے غیرتی اور بداخلاقی سے اسی طرح پُر ہیں جیسے کسی پنیچ کمینی زرخرید کنیز کا ہوتا ہے۔ تمہارے دل کینہ و عداوت سے بھرے ہوئے ہیں۔ تم جالغدے کے گوبر میں اُگی ہوئی سبزی ہو۔ تمہاری قبریں ظلمت کدہ ہیں جو کچھ تم نے آخرت کے لئے جمع کیا وہ انتہائی ناپسندیدہ ہے۔ جو کچھ تم نے آخرت کے لئے بچایا ہے اس سے صرف خدا کا غیض و غضب ہی ملے گا۔

"کیا تم رو رہے ہو؟ ہاں تمہیں رونا ہی چاہیئے۔ ہنو کم روؤ زیادہ کیونکہ تم ایسے گناہ کے مرتکب ہوئے ہو۔ ایسے عذاب میں مبتلا ہوئے ہو جس کی ہرگز مغفرت نہیں ہو سکتی۔

"رسولؐ کے نواسے کو قتل کرنے سے بڑھ کر اور کونسا جرم یا گناہ ہو سکتا ہے؟ وہ رسالت کی بہار تھا۔ جوانانِ اہل بہشت کا سردار تھا، وہ بہترین

مہاجر و مسافر تھا، وہ تمہارے علم و عقل کا معین تھا، تمہاری امن و حفاظت کا محافظ تھا، یہ وہی تھا جس نے تمہارے دکھتے زخموں پر مرہم رکھا، تاریکی سے نور کی طرف لایا، اور سنت رسولؐ کی حفاظت کی۔ تم نے خود کو آخرت کی تباہی میں جھونک دیا ہے اور اس دنیا میں بھی تمہارے لئے خدا کا غضب، ذلت و رسوائی، ناکامی اور بربادی ہے۔

"اے کوفیو! تف ہو تم پر! کیا تم جانتے ہو کہ محمدؐ کے کس حصہ کو تم نے کاٹ ڈالا ہے؟ اور عہد شکنی کی ہے۔ اور کتنی باعصمت و عظمت خاتون کو تم۔نے عوام کے سامنے نمائش کے لیے لا کھڑا کیا ہے؟ اور کس کا خون بہایا ہے؟ اور کس تقدس کو تم نے قطع کیا ہے؟ تمہارے اس ذلت آمیز اور ناقابل تلافی عمل کی وجہ سے مصائب، نحوست، تاریکی و کریہ المنظری ساری زمین اور آسمانوں پر چھا گئی ہے۔ کیا تمہیں آسمان سے خون کی بارش پر تعجب ہوتا ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کی وجہ سے آخرت کا عذاب تمہارے سروں سے ٹل جائیگا؟ اور یاد رکھو تم کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس وقتی کامیابی پر مغرور و مسرور مت ہو کیونکہ خدا سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا اور تم اس کی حکومت سے فرار نہیں کر سکتے۔ بیشک وہی غالب ہے اور یقیناً تمہاری تاک میں ہے۔"

کفر و نفاق کو منہ توڑ جواب دینے کیلئے حضرت زینبؑ کو بحیثیت فصیح و بلیغ اور جرأتمندی ایک منفرد حیثیت حاصل تھی۔

جب دربار یزیدلعین میں ان کو قیدی کی حیثیت سے لایا گیا تو اُس کے سامنے انتہائی جرأتمندانہ انداز میں انھوں نے مندرجہ ذیل خطبہ بیان فرمایا سیدالشہداؑ کے قاتل یزیدلعین کو مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ رسولؐ خدا اور اُن کی آلِ پاک پر درود سلام۔ خدای پاک کا وعدہ ہمیشہ برحق ہے۔ جیسا کہ اُس نے فرمایا! پھر جن لوگوں نے برائی کی تھی اُن کا انجام بُرا ہی ہوا کیونکہ ان لوگوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا تھا اور اُن کے ساتھ مسخراپن کیا کیے"۔ ع۱

"اے یزید لعن! تو نے اپنی بے رحم فوجوں کے ذریعہ ہمیں بے سہارا کر دیا۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ اپنے ظالمانہ رویہ کے ذریعہ پیش خدا بھی ہمارے مرتبہ کو کم کر سکتا ہے یا اپنے مرتبہ کو بڑھا سکتا ہے؟

"آج تیری زندگی تیری مرضی کے مطابق رقص کر رہی ہے اور تو جابر، مغرور و متکبر بن چکا ہے۔ تو ہمارے برحق حقوق کو غصب کر کے حکومت کر رہا ہے۔ بے لگام مت ہو۔ خود کو لاعلم و بے خبر ظاہر کرنے کی کوشش مت کر۔ کیا تو کلام اللہ کے یہ الفاظ بھول گیا: 'بیشک جن لوگوں نے ایمان کے عوض کفر خرید کیا وہ ہرگز خدا کا کچھ بھی نہیں بگاڑیں گے بلکہ (آپ اپنا) اور اُن کیلئے دردناک عذاب ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ہرگز یہ نہ خیال کریں کہ ہمنے جو اُن کو مہلت و فارغ البالی دے رکھی ہے وہ ان کے حق میں بہتر ہے حالانکہ ہم نے مہلت و فارغ البالی صرف اس وجہ سے دی ہے تاکہ وہ مزید خوب گناہ کر لیں اور آخر تو اُن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے'۔ ع۲

"کیا تیرے نزدیک یہی انصاف ہے کہ ایک طرف تو تیری عورتیں اور کنیزیں عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں دوسری طرف تیرے حکم سے

ع۱ سورہ روم۔ آیت ۱۰
ع۲ سورہ آل عمران آیت ۱۷۷ و ۱۷۸

کیا یہ درست ہے کہ تیرا آدمی رسولِ خدا کی بیٹیوں کو اُن کے مردوں کا قتل کرنے کے بعد قیدی کی حیثیت سے تیرے سامنے پیش کریں اور تو اُن کی نمائش کیلئے لوگوں کو مدعو کرے ؟!

"شہید کا جگر نکال کر چبانے والی عورت کی اولاد اور خاندانِ رسالت سے بغض و کینہ رکھنے والے شخص سے اس کے علاوہ اور توقع ہی کیا کی جاسکتی ہے ؟

"تو اپنے ظلم و جور، سنگین جرائم اور افعالِ قبیحہ کی داستانیں سنا کر شیخی بگھارتا ہے۔ تو امام حسینؑ کے دندانِ مبارک پر چھڑی مار کر مغرور ہو رہا ہے[1]۔ تیری یہ شرمناک حرکتیں عوام میں تیرے لیے رسوائی اور موت کا پیغام ہیں۔ ایک دن آئے گا جب تو بھی اپنے ذلیل و وحشی صفت ورثا سے جا ملے گا۔ اُس وقت تو تمنا کریگا کہ کاش میں اِن جرائم کا مرتکب نہ ہوا ہوتا۔

"اے خدا! ہمارے حقوق کو محفوظ رکھ اور مستکبرین کو سخت سزا دے اور جنہوں نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے مردوں کو شہید کیا ان پر ذلت و رسوائی کا عذاب نازل کر۔

"اے یزیدؔ تو غارِ مذلت میں جا گرا ہے اور تباہی کے دہانے پر ہے۔ روزِ قیامت تو رسول اللہؐ کے سامنے شرمناک اور رسواکن حالت میں کھڑا ہوگا کیونکہ تو نے عدل و انصاف کا گلا گھونٹ کر اُن کے خاندان کا خون خرابہ

---

[1] یزیدی فوج نے امام حسینؑ کو شہید کر کے اُن کا سر تن سے جدا کر دیا تھا۔ امام کا سر یزیدؔ کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اُس سر کے ساتھ یزیدؔ بے ادبی کر رہا تھا۔

کیا ہے۔ روزِ محشر خداوندِ عالم سارے شہدائے راہِ حق کو جمع کر کے اُن کے غصب شدہ حقوق کو مستکبرین سے دلوائے گا۔ جیسا کہ اس نے قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے۔ "اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کئے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ لوگ جیتے جاگتے موجود ہیں اپنے پروردگار کے ہاں سے وہ (طرح طرح کی) روزی پاتے ہیں اور خدا نے جو جو فضل و کرم اُن پر کیا ہے اس (کی خوشی) سے پھولے نہیں سماتے۔" ع۱

"اے یزیدؑ! جن لوگوں نے خاندانِ رسالتؐ کو تہ تیغ کرنے کا ذلت آمیز مشورہ تجھے دیا وہ ایک دن دیکھ لیں گے کہ اُنھوں نے ذلت و رسوائی خرید لی ہے اور تباہی و بربادی اُن کی منتظر ہے۔ تو ہمارے اوپر آلام و مصائب کی انتہا کر کے مسرور و شاداب ہو رہا ہے۔ تو ہمیں قیدی بنا کر خوش ہے مگر میں تجھے ذلت و رسوائی میں جکڑا ہوا دیکھ رہی ہوں۔

"اے یزیدؑ! ہمیں رسوا کرنے کیلئے اپنی تمام سازشیں، مکاریاں اور صلاحیتوں کو استعمال کر لے۔ مگر خدا کی قسم تو کسی بھی طرح مومنین کے دلوں سے ہمارے نام کو محو نہیں کر سکتا۔ اور نہ اس پیغام کو ختم کر سکتا ہے جو وحی کے ذریعہ پیغمبرؐ اسلام پر نازل ہوا اور نہ ہی تو اپنی شرمناک حرکتوں سے ہمارے مرتبہ کو گھٹا سکتا ہے۔ اور وہ ذلت و رسوائی جو تیرے اوپر پہلے سے غالب آچکی ہے اُس سے تو ہرگز نجات نہیں پا سکتا۔

"ساری تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز کر کے حیاتِ جاوداں عطا فرمائی۔ نیز ہمیشہ کیلئے اپنی رحمتیں اور برکتیں ہم پر نازل فرمائیں۔"

ع۱ سورہ آلِ عمران آیت ۱۶۹ و ۱۷۰۔

خاندان رسالتؐ کا قتل عام کر کے آلِ بنی امیہ نے کوشش کی تھی کہ آلِ رسولؐ پاک کو لوگ بھول جائیں تاکہ اسلام کو تباہ و برباد کرنے کا موقعہ مل جائے لیکن کربلا کی شیر دل خاتون حضرت زینبؑ نے سامعین کے دلوں کو چھو لینے والے شعلہ فشاں خطبات کے ذریعہ اُن کے چہروں پر پڑی نفاق کی نقاب کو نوچ پھینکا جس سے ان کا اصل چہرۂ کفر و نفاق آشکارا ہوگیا۔

اس طرح حضرت زینبؑ نے سانحہ کربلا اور اس کے پیغام کو باقی رکھنے میں مدد کی۔ وہ پیغام آج بھی باقی ہے اور ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ اپنے دور کی باطل قوتوں کے خلاف جد وجہد کریں۔

حضرت زینبؑ کی عمر شریف ۵۶ سال تھی۔ روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا۔ آپ کے شوہر نامدار بحرِ جود وکرم حضرت عبد اللہ ابن جعفر(س) کی شام میں آراضی تھی۔ لہٰذا دوران قحط وہ اپنی زوجہ حضرت زینبؑ کے ہمراہ شام چلے گئے۔

وہاں پہنچکر بی بی زینبؑ بہت سخت بیمار ہوگئیں۔ اسی بیماری میں دار دنیا سے جنّت کی طرف کوچ فرمایا۔ آپ کا مزار مقدسہ بھی شام میں ہی ہے۔ آپ کی تاریخ وفات ۱۴ رجب ۶۲ھ ہے بعض نے ۵ رجب ۶۲ھ لکھی ہے۔

حضرت

اُمِّ کلثوم (س)

بنت

حضرت علی علیہ السّلام

حضرت ام کلثوم

حضرت علیؑ اور فاطمہ زہراؑ کی دُختر گرامی حضرت ام کلثوم (س) اپنے زمانے کی ایک انتہائی با فضیلت خاتون تھیں۔ انھیں اہلِ قُریش میں بے مثل و فصیح خطیبہ، ہونے کا شرف حاصل تھا۔ مامقانی نے اپنی کتاب رجال میں لکھا ہے کہ ام کلثوم زینب صغریٰ کی کنیّت ہے۔ وہ اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ کربلا اور وہاں سے امام سجادؑ کے ساتھ شام اور وہاں سے مدینہ گئیں۔

دُختران زہرا (س) و علیؑ نہ صرف دلیری و شجاعت کا نمونہ ہیں بلکہ علماء، کلام و خطابت انھیں نیّرِ درخشاں تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت ام کلثوم (س) نے بھی اپنی خواہر گرامی حضرت زینبؑ کبریٰ کی طرح پُر مشقّت اسیری کے دوران، مناسب موقع سمجھتے ہوئے، اپنے آتشیں اور پُر جوش خطبوں سے ظلم و استبداد کے قلعوں کو لرزہ براندام کر دیا اور موی اشقیا کی بیداد کے خلاف مسلمانوں کے اسلامی احساسات کو جگایا۔

بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ستم دیدہ و دل سوختہ ذات ہی اپنی زبان پر پُر سوز و گداز بیان لا سکتی ہے اور اپنی آتشیں آہ و بکا کے ذریعہ ستمگاروں کے خرمن ہستی کو خاکستر کر سکتی ہے۔ حضرت ام کلثوم میں ذاتی استعداد خطابت بھی تھی اور انھوں نے خود مشاہدہ بھی کیا تھا کہ کس طرح اُن کے اعزاء و انصار کو یزید پلید کے ظالم و ستمگر نوکروں نے تہ تیغ کیا تھا۔

حضرت ام کلثوم کی شجاعت و فضیلت کی سب سے بڑی دلیل وہ شعلہ بار خطبات ہیں جن کی بوچھار کر کے انھوں نے اہلِ کوفہ کو حزن و حیرت میں غرق کر دیا تھا۔ وہ لوگ ان کی تقریر سُن کر اپنا سر و سینہ پیٹنے لگے، اس کے بعد وہ لوگ اتنا بوکھلا گئے کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب کیا کریں۔ (خدا کی لعنت شقی بدبخت ستمگاروں پر) یہ حضرت زینبؑ و اُمّ کلثوم کے خطبات کا اثر ہی تھا کہ آخر کار کوفی و شامی اپنے کیفر کردار کو پہنچے، گرفتار کئے گئے، اور ان کو اذیت ناک سزائیں دے کر واصل جہنّم کیا گیا۔

حضرت ام کلثوم کا نام زینب صغریٰ تھا، اکثر راویوں نے کبریٰ و صغریٰ کی تخصیص نہیں کی ہے۔ اس بنا پر جو خطبات حضرت زینب(س) کے ہیں اُن میں ام کلثوم بھی شامل ہیں۔ یعنی کوفہ و شام میں جو خطبات حضرت زینب(س) کے ملتے ہیں تقریباً وہی حضرت ام کلثوم کے بھی ہیں۔

ان خطبات کو سُن کر لوگ حیران و پریشان اور انگشت بدنداں ہو گئے۔ قبیلۂ بنی جعف کا ایک بوڑھا شخص جو اُن خطبات کو سُن کر آبدیدہ ہو رہا تھا، اس طرح کہنے لگا:

اس خاندان کی عورتیں اور مرد دیگر خاندانوں کی عورتوں اور مردوں پر فضیلت رکھتے ہیں اور ہرگز ذلیل و خوار نہیں ہو سکتے۔

دمشق میں جب اسیروں کا قافلہ داخل ہوا تو ان مخدرات عصمت نے شمر کو طلب کیا اور فرمایا:

یہ دمشق ہے، ہمیں اس شہر میں ایسے دروازے سے داخل کرنا جہاں لوگوں کا ہجوم کم ہو اور سرہائے شہداء کو ہم سے دور رکھنا تاکہ لوگ سرہائے بریدہ کو دیکھنے میں مشغول ہو جائیں اور خاندان رسالت کی محرم خواتین پر نظر نہ ڈالیں۔

مگر شمر ملعون، جب مخدرات عصمت کے ارادے سے آگاہ ہوا تو اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ شہداء کے سروں کو اُن محملوں کے نزدیک لے آؤ جن پر یہ بیبیاں سوار

ہیں۔ اور اس قافلے کو باب الساعات سے داخل کرو جہاں لوگوں کا جم غفیر ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان کا تماشہ دیکھ سکیں۔

دمشق اس وقت مرکز حکومت تھا اور قہر و غلبہ کے ساتھ اس حکومت کی مہار یزید ملعون کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت ام کلثوم نے وہاں اپنی اسیری کے دوران یزید جیسے جابر و ظالم اور اس کے نوکروں کے سامنے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے شجاعانہ انداز میں حق بیانی سے کبھی بھی گریز نہیں کیا۔

آخر کار درخشاں ترین و پُرافتخار، سرورِ آزادگان حضرت امام حسین علیہ السلام کے پسماندگان کی اسیری کا خاتمہ ہوا۔ یزید کی قید سے رہائی پاکر وہ اپنے اصلی وطن مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جب یہ قافلہ مدینہ کے نزدیک پہنچا تو حضرت ام کلثوم(س) نے اپنے اس پُرآشوب طولانی سفر کی روداد تیار کی۔ اہلِ مدینہ اہل بیت(ع) کی شہادت و اسارت کے بارے میں کم و بیش سُن چکے تھے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ کسی ایسی ذات کی زبان سے سنیں جو مدینہ سے کوچ تا ورود تمام واقعات کی شاہد ہو۔ چنانچہ ام کلثوم(س) نے فرمایا:

اے نانا کے مدینے! ہمارے آنے کو قبول نہ کر، ہم بے شمار غم واندوہ لیکر واپس آئے ہیں۔

قبر رسول(ص) پر انھوں نے فریاد کی:

اے خدا کے رسول(ص)! ہم اپنے بھائیوں کا غم لیکر مدینے میں واپس آئے ہیں۔ ہمارے مُردوں اور بچوں کے بے سر لاشے کربلا میں دفن کردیے گئے۔

اے نانا جان! ہمارے اموال کو لوٹا گیا اور ہمیں قیدی بنا کر دربدر پھرایا گیا۔

اے رسول(ص)! کربلا کے میدان میں تمھاری نواسیوں کے سروں سے ردائیں چھین لی گئیں اور ان کے بازوؤں میں رسّیاں باندھی گئیں۔

اے رسول(ص)! ظالموں نے آپ کا احترام نہ کیا اور آپ کے فرزند حسین(ع) کا سر تن سے

جُدا کر دیا۔ ہمیں بے ردا کر کے، فاطمہ(س) کو رُلایا گیا۔ سکینہ بنت الحسین زندان شام میں رو رو کر راہی جنت ہوگئیں۔ سید سجاد کو زنجیروں میں جکڑ کر کانٹوں پر چلایا گیا اور وہ ظالم چاہتے تھے کہ اس بیمار کو بھی قتل کر دیں۔

ام کلثوم اہلِ مدینہ کی طرف یوں مخاطب ہوئیں!

اے اہلِ مدینہ! یہ ہماری روداد سفر ہے، ہمارے حال پر گریہ کرو۔

اس کے بعد اپنی والدۂ گرامی حضرت فاطمہ زہرا(س) کی قبر پر حاضری دی اور اس طرح فرمایا:

اے بنتِ رسول! اے فاطمہ زہرا! اے مادر گرامی! کاش تم دیکھتیں کہ تمہاری بیٹیوں کو اسیر کر کے کس طرح شہر در شہر پھرایا گیا۔ اگر تمہاری عمر طولانی ہوتی تو قیامت تک اس غم میں گریہ کرتی رہتیں۔

حضرت زینب و ام کلثوم وہ عظیم خواتین ہیں جنھوں نے مقصد شہادت حسینؑ کی رسالت کے فرائض انجام دیئے۔ اگر امام حسین علیہ السلام اُنھیں اپنے ہمراہ نہ لے گئے ہوتے تو ممکن تھا کہ واقعہ کربلا کو عرب کے ریگستان میں دفن کر دیا جاتا۔ اور لوگ نہ حسینؑ کو پہچان پاتے نہ اسلام کو۔ خطرہ تھا کہ یزید کا تیار کردہ "اسلام" رائج ہو جائے اور اسلام محمدیؐ سے دُنیا کو منحرف کر دیا جائے۔

ہمارا اسلام ان عظیم خواتین پر جنھوں نے بے پناہ شدائد و مصائب برداشت کر کے حقائق کی پیغام رسانی کی۔ خدا کرے ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو اُن مخدرات عصمت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق حاصل ہو۔ آمین۔

حضرت

صفیہ

بنت

عبدالمطلب

صفیہ بنتِ عبد المطلب (س)

اسلام کی یہ عظیم خاتون بہادری میں اپنے بھائی حضرت حمزہ(س) کی طرح تھیں۔ حضرت حمزہ(س) رسولؐ خدا کے حقیقی چچا تھے۔ ان کی دلیری اور جواں مردی کی وجہ سے انہیں 'شیر خدا' کہا جاتا تھا۔ حضرت صفیہ کی والدہ گرامی کا نام ہالہ بنت وہب تھا۔ وہ قبیلہ بنی زہرہ کی عظیم خاتون تھیں۔ انہیں کی آغوش تربیت میں حضرت صفیہ کی پرورش ہوئی۔

جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ میں اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو حضرت صفیہ اپنے بھتیجے کے اعلیٰ مرتبے کو سن کر بہت خوش ہوئیں انہیں تجسس پیدا ہوا اور اپنے چہیتے بھائی حضرت حمزہ(س) سے رسولؐ خدا پر نزول وحی کی حقیقت دریافت کی۔ حضرت حمزہ(س) نے وضاحت کی نیز قرآن مجید کی چند آیات سنائیں جن کو سن کر حضرت صفیہ میں مزید آیات سننے اور یاد کرنے کے لئے روحانی تڑپ پیدا ہو گئی۔ جب انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقیدت مندوں میں اسلام کے لئے جذبہ ایثار

کامشاہدہ کیا تو انہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ اور آخر وقت تک اسلام پر ثابت قدم رہیں۔

صفیہ کا خاندان بہادری، جوانمردی اور بلند حوصلگی کی وجہ سے بہت مشہور و معروف تھا۔ اپنے بھائی حمزہؓ کی طرح صفیہ نے بھی جلد ہی بلند ہمتی اور بہادری میں شہرت حاصل کرلی۔ جب وہ رسولؐ خدا کے ساتھ ہجرت کر کے مدینے آئیں تو وہاں پر اپنے بھتیجے رسولؐ خدا کے معاملات کی نگرانی کرنے میں اُنہیں قطعی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی تھی۔ وہ اہل قریش کی جانب سے پیدا کردہ مشکلات کا مشاہدہ کررہی تھیں۔ تمام تر مصائب و مشکلات کے باوجود وہ ہمیشہ پیغمبرِ اسلام کے مشن کی تبلیغ و تحفظ میں سرگرم رہیں۔

ایک خاص واقعہ نے ان کی بہادری کو بہت زیادہ نمایاں کردیا اس کی وجہ سے جماعت مسلمین میں ان کا وقار بلند ہوگیا نیز شایانِ شان احترام ہونے لگا۔ واقعہ اس طرح ہے کہ رسم و رواج کے مطابق جنگ کے موقعہ پر عورتوں کو ایک جگہ اکھٹا کرکے نگرانی کے لئے ایک محافظ معین کر دیا جاتا تھا۔ ایسا ہی جنگ بدر کے موقعہ پر بھی کیا گیا۔ عورتوں نے اپنے کیمپ کے نزدیک ایک یہودی جاسوس کو دیکھا۔ جو اپنے ظلم و بربریت کے لئے بہت مشہور تھا۔ صفیہ نے محافظ کو بتایا۔ جب محافظ کو معلوم ہوا کہ یہ فلاں یہودی ہے تو وہ بھی ڈر گیا اور اس کے خلاف کچھ کرنے میں اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔

عورتیں بہت زیادہ خوفزدہ ہوگئیں انہیں اپنی زندگیوں کا بھروسہ نہ رہا۔ صفیہ نے بلا تامل اس کے خلاف کچھ کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ میں ایک نیزہ اٹھایا اور اس جاسوس کی خبرلی۔ کافی زیر و زبر

کے بعد وہ تنہا خاتون ایسے مرد کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگئیں جس کی بہادری کے چرچے تھے۔ اس شخص کی بہادری کی شہرت کا صفیہ پر قطعاً اثر نہیں ہوا۔ وہ اپنے عقیدے اور ہمت کے سہارے اس پر غالب ہوگئیں۔

ایک نڈر مسلم خاتون کی حیثیت سے اظہار قوت وطاقت میں صفیہ کی شخصیت صرف اسی واقعہ تک محدود نہ تھی۔ جنگ اُحد میں ان کے طرز عمل کو دیکھکر پیغمبرؐ اسلام کی نظروں میں ان کی عزت وعظمت اور زیادہ بڑھ گئی۔ جنگ اُحد کے دوران جب صفیہ نے سنا کہ مسلم فوج پژمردہ ہو چکی ہے تو وہ محفوظ خواتین کے کیمپ کو چھوڑ کر باہر آگئیں اور سیدھی میدان جنگ میں پہنچ گئیں۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے مومنین کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں پیغمبرؐ اسلام کی مدد کے لئے آمادہ کیا۔ جب پیغمبرؐ اسلام نے اُن کے جذبہ ایمانی اور بہادری کا مشاہدہ کیا تو بہت زیادہ خوش ہوئے لیکن اس خیال سے کہ مبادا شہید نہ کردی جائیں ان کے بیٹے کو حکم دیا کہ جاکر اپنی ماں کی حفاظت کرو۔

ان کی بہادری محض جنگجو یانہ عمل تک ہی محدود نہ تھی بلکہ انہوں نے ثابت کردیا کہ وہ ایک حوصلہ مند روح کی بھی حامل ہیں۔ جیسے ہی حضرت حمزہ(ض) کے شہید ہونے کی خبر ان کو پہنچی انہوں نے فوراً کہا کہ میں آخری وقت میں اُنکا دیدار کرنا چاہتی ہوں لہذا مجھے ان کی لاش تک پہنچا دو۔ حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد ہندہ [1] نامی ایک عورت نے

---

[1] ہندہ زوجہ ابوسفیان۔ اس کا نام بعد میں ہندہ جگر خوارہ پڑ گیا۔ یہ یزید لعین کی دادی تھی۔

حضرت حمزہ کی لاش کو چیر پھاڑ کران کا جگر نکال لیا تھا اور اسے اپنے دانتوں سے چبایا تھا۔ مسلمانوں کو معلوم تھا کہ بہن بھائی میں کتنی زیادہ محبت والفت ہے لہذا انہوں نے صفیہ کو یہ سوچتے ہوئے روکنے کی کوشش کی کہ کہیں بھائی کی پارہ پارہ لاش دیکھنا بہن کے لئے ناقابل برداشت نہ ہو جائے۔ صفیہ کو بھائی کی لاش کی طرف جاتا دیکھکر پیغمبرِ اسلام خود متفکر تھے۔ صفیہ حالات کو سمجھ گئیں لہذا انہوں نے اپنی قوت برداشت کا مظاہرہ ان الفاظ میں کیا۔" میں اپنے بھائی کی لاش کے پاس کیوں نہ جاؤں؟ ان کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا ہے وہ صرف خدا کی راہ میں ہوا ہے۔ لہذا میں صبر وتحمل سے کام لونگی اور انشاءاللہ خداوند عالم اس کے عوض ہمیں جزائے خیر دیگا۔"

یہ الفاظ سن کر پیغمبرِ اسلام نے ان کو بھائی کی لاش دیکھنے کی اجازت دے دی۔ صفیہ نے شہید بھائی کی شکستہ لاش پر نظر ڈالی اور بارگاہِ احدیت میں دستِ دعا بلند کر دئے۔ بھائی کی لاش پر چادر ڈالی اور اس کی عظیم شہادت پر اظہار فخر کیا۔

اسلام ہر ایک مسلمان میں اس قوت ایمانی کے مظاہرے کا متمنّی ہے آج کے دور میں بھی ہزاروں صفیہ ہیں جو اس قسم کے جذبہ ایمانی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ اس قسم کی دلیری، بہادری اور قوت ایمانی کے واقعات ایران، لبنان اور افغانستان کی بہنوں سے متعلق آج کے دور میں بھی سنے جاتے ہیں۔ امریکہ اور روس دور حاضر میں مثل ہندہ جگر خوارہ ہیں جو مسلسل ہمارے مسلمان بھائیوں کو پارہ پارہ کر کے شہید کر رہے ہیں۔ لبنان میں صہیونی (یہودی) درندے مسلمان بھائیوں کا ان کی بہنوں کے سامنے خون بہا رہے ہیں۔ افغانستان میں ہر روز

ہزاروں مثلِ حمزہ آج کی صفیاؤں کے سامنے ٹکڑے کئے جا رہے ہیں۔ یہ ہمارے دور کی صفیہ ہیں جو اپنے عزیز برادران کی شہادت پر اسی طرح کے ایمانی صبر و تحمل کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ جس طرح صفیہ بنت عبد المطلب (س) نے کیا۔ ان کے نزدیک راہ خدا میں عظیم ترین قربانیاں پیش کرنے سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے۔

حضرت

اَسماء

بنت

عمیس

۸۷

اسما بنت عمیس

بعثت کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کو دینِ حق قبول کرنے کی دعوت دی لیکن اُس دور میں کھلے عام آپؐ کی دعوت کو قبول کرنا بہت زیادہ خطرناک تھا کیونکہ شیوخ مکّہ اس نئے انقلابی عقیدے کو قبول کرنے والوں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ روش اختیار کرتے تھے تاہم اُس پُرآشوب دور میں بھی ان کے مظالم کی کثرت، محبانِ رسولؐ کو پیغام الٰہی قبول کرنے سے نہ روک پائی۔

اوّلین مسلمانوں میں بہت سی بہادر خواتین بھی تھیں جنہوں نے جاہلانہ بت پرستی کے رواج کو نہ صرف ترک کر دیا تھا بلکہ اس کی مخالفت بھی کی۔ ظہورِ اسلام پر ایمان لانے والیوں میں ایک دلیر خاتون اسمار بنت عمیس بھی تھیں۔ یہ اُن چار بہنوں میں سے ایک ہیں جن کے ایمان و عفت کو دیکھکر پیغمبرؐ اسلام نے اُن کی مدح دستائش کی تھی۔ یہ چاروں بہنیں متقدمین و مہاجرینِ اسلام میں سے ہیں اور اسلامی فکر و علوم سے مالا مال تھیں۔

اسمار کی والدہ کا نام خولہ تھا۔ خولہ کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد میں ۱۶ بافضیلت خواتین وجود میں آئیں، یہ سب رسولؐ خدا کی صحابیہ تھیں، انہیں رسولؐ خدا خواہرانِ ایمانی کہا کرتے تھے۔ اسمار بنت عمیس آغاز قبول اسلام سے، ہی تقدس روحانی اور حمایت و تبلیغ دین کی وجہ سے عظیم محترم خاتون سمجھی جاتی تھیں۔ اسلام کے اوّلین ایام میں ہی انہوں نے جماعت مسلمین میں بہت زیادہ عزّت و عظمت حاصل کر لی تھی۔

اسمار کے شوہر حضرت جعفر ابن ابوطالبؑ تھے۔ وہ بھی مسلمانوں کے درمیان صاحب عزّت اور مور د احترام تھے۔ یہ وہی جعفر (طیّار) ہیں جنہیں رسولؐ خدا نے حبشہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کا امیر متعین کیا تھا۔ چونکہ مکّہ میں مسلمانوں پر کی جانے والی تجاوزکاری اور

ظلم و بربریت میں خوفناک طریقے پر اضافہ ہوتا جا رہا تھا لہٰذا حضرت جعفر کی ہجرت کا مقصد حبشہ کے عیسائی بادشاہ سے اُس کے ملک میں مسلمانوں کے پناہ گزین ہونے کی اجازت حاصل کرنا تھا۔

اسمار نے بھی اپنی دلیری اور ایمانی جذبہ کے تحت اپنے آبائی وطن کو خیر باد کہہ دیا۔ وہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ جماعت مسلمین کے ہمراہ عازم ہجرت ہو گئیں اور بخوشی صعوبات سفر برداشت کیں۔

یہ مختصر قافلہ حبشہ کی راہ میں ابوسفیانی لشکر کے متوقع حملے سے بہت زیادہ خوفزدہ تھا، جو اُن کا تعاقب کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ بہرحال یہ قافلہ محفوظ طریقے سے حبشہ پہنچ گیا۔ اور وہاں کے بادشاہ سے اُن کا مشہور مذاکرہ ہوا مسلمان کئی سال تک حبشہ میں مقیم رہے۔ اس دوران اسمار کے تین بیٹے عبداللہ، محمد، اور عون پیدا ہوئے۔ پردیس میں بچّوں کی ولادت و تربیت کی وجہ سے مصروفیت میں اضافہ کے باوجود وہ پیغام اسلامی کی مسلسل تبلیغ میں دن رات مشغول رہیں۔

کئی سال بعد رسولؐ خدا کے حکم سے مسلمان واپس آئے۔ مگر واپسی کے بعد ہی ان کے بہادر شوہر کی شہادت ہو گئی۔ اسمار خود بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر کی خبر شہادت مجھے کس طرح پہنچی "حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جنہیں حضرت جعفر سے بے پناہ الفت تھی میرے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ اپنے چھوٹے بچّوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب بچّے آ گئے تو رسولؐ خدا نے انہیں گلے سے لگایا، گود میں لیا اور پیار کیا اور بے ساختہ گریہ شروع کر دیا۔ رسولؐ کے آنسو سچّے موتیوں کی طرح اُن کے رخسار مبارک پر بہہ رہے تھے۔ میں رسولؐ خدا کے اس عمل سے بہت بےچین ہو گئی اور اسی عالم اضطرار میں پوچھا۔ یارسولؐ اللہ میرا شوہر تو خیریت سے ہے؟ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ "آج جعفر کی خبر شہادت ملی ہے۔" اسمار کے لئے شوہر کی شہادت صدمہ جانکاہ تھا۔ ان کے بچّے

یتیم ہوگئے تھے۔

اسمار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں، صدائے گریہ سن کر پڑوس کی عورتیں اُن کے گھر اکٹھی ہوگئیں اور پرسہ دینے لگیں۔ رسولؐ خدا اسمار کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ "اسمار صبر کرو۔ مجھے خداوند عالم نے اطلاع دی ہے کہ جعفرؑ کو دو پر عطا کئے گئے ہیں جن کے ذریعہ وہ مثل طائر (طیارہ) جنت کی سیر کرتے ہیں"۔ جب رسولؐ خدا واپس آرہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ بھی ایک کونے میں بیٹھی گریہ کر رہی ہیں۔ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا کہ جعفر کے خاندان کے لئے غذا فراہم کی جائے اور ان کے غم میں مجالس برپا کی جائیں۔ یہ موقع تھا کہ اسلام میں عزاداری کا آغاز ہوا۔ شوہر کی شہادت سے دینِ اسلام کی تبلیغ وحمایت میں اسمار کی جدوجہد اور فعالیت متاثر نہیں ہوئی۔

اسمار کی دوسری شادی ابوبکر سے ہوئی۔ اُن سے ایک فرزند محمد پیدا ہوئے۔ جو باعثِ افتخار و شکوہمندی تاریخ اسلام بنے۔ حضرت علیؑ بصد شفقت و محبت محمد بن ابی بکر کو بیٹا کہا کرتے تھے۔ ابوبکر بھی دنیا سے وداع ہو گئے اور اسمار کے ایتام میں ایک بچے کا اضافہ ہوگیا۔ مگر وہ تبلیغ دین اور راہ اسلام پر اتنے انہماک سے کاربند رہیں کہ اُن کی عزت وشہرت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ ان کی تیسری شادی حضرت علیؑ سے ہوئی اور آپؑ سے بھی عون و یحیٰ نام کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ چونکہ وہ ایک بہادر اور باعزت وعفت خاتون تھیں لہذا تاریخ اسلام نے ان کی سوانح کے بہت سے اہم واقعات درج کئے ہیں۔

ایک مرتبہ عمرو عاص اور معاویہ کے دیگر عمال نے آکر خبر دی کہ آپکا بیٹا مصر میں شہید کر دیا گیا تو وہ اپنے گھر میں چلی گئیں اور اظہار غم نہ کیا ضبط غم کی وجہ سے اُن کے پستان سے خون جاری ہوگیا۔

ایک بار انہوں نے رسولؐ خدا کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ میرے سامنے تفاخر

آمیز گفتگو کرتے ہیں اور مجھے اولین مہاجرینِ اسلام میں شمار نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم نے تو دو بار ہجرت کی ہے۔ ایک بار حبشہ کے لئے دوسری مرتبہ مدینہ کے لئے۔

ایک بار اُن کے ۲ دو بیٹے محمد بن جعفر اور محمد بن ابی بکر باہم ایک دوسرے پر اپنی فضیلت جتانے لگے، ان میں ہر ایک خود کو بہتر ثابت کر رہا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ "اسماء ان کا فیصلہ کرو"۔ انہوں نے اس طرح فیصلہ کیا کہ حضرت علیؑ نے بھی ان کی ذہانت کی داد دی۔

نجابت و متانت کے لحاظ سے اپنی ہمعصر خواتین میں وہ عظیم مرتبہ پر فائز تھیں، دینداری، عقل و فہم و ادراک میں وہ بے مثل تھیں انہوں نے رسولؐ خدا سے ساٹھ احادیث نقل کی ہیں۔ عبداللہ بن جعفر، قاسم بن محمد، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، وغیرھم بزرگانِ دین کی جماعت نے معارف اسلامی کے بارے میں اُن سے بہت سی روایات نقل کی ہیں۔ وہ خواب کی صحیح تعبیر بیان کرنے کے لئے بھی بہت مشہور تھیں۔

ایک واقعہ ملتا ہے کہ جب حضرت خدیجہ (س) کا وقت نزع تھا اسماء اُن کی بالیں پر تشریف فرما تھیں۔ حضرت خدیجہ (س) بیقراری کے ساتھ گریہ کرنے لگیں اسماء نے کہا۔ اے اسلام کی عظیم خاتون! اے زوجہ رسولؐ! موت سے کیوں حراساں ہو؟ کیا رسولؐ خدا نے تم سے وعدہ نہیں کیا ہے کہ تمہیں جنت میں محل ملے گا؟ پھر تم موت کے آنے سے افسردہ و دل برگشتہ کیوں ہو رہی ہو؟

حضرت خدیجہ (س) نے جواب دیا۔ "میں اپنے لئے نہیں رو رہی ہوں بلکہ اپنی بیٹی فاطمہؑ کے لئے گریہ کر رہی ہوں۔ میرے بعد وہ بیچاری بغیر ماں کے تنہا رہ جائے گی نہ کوئی اس کی سرپرستی کے لئے ہوگی نہ کوئی اُسے مشورہ دینے کے لئے ہوگی۔ شادی کی رات اُس کی ماں نہیں ہوگی کہ اس کی حوصلہ افزائی کرے۔ اور

مشورے دے"۔

اسمار نے فرمایا۔ اے خاتون گرامی! میں وعدہ کرتی ہوں کہ اگر خدا نے مجھے اُس رات تک زندہ رکھا تو فاطمہؑ کی خدمت کے لئے آپ کی جگہ پر میں ہونگی۔

وقت گذرتا گیا مگر اسمار اپنے قول کو نہیں بھولیں۔ حضرت فاطمہ زہراؑ کی شب عروسی آئی تو اسمار اُن خواتین میں شامل تھیں جو انہیں حضرت علیؑ کے گھر لے کر گئیں پیغمبرؐ اسلام نے حکم فرمایا کہ ساری خواتین حضرت علیؑ کی تشریف آوری سے قبل فاطمہؑ کو تنہا چھوڑ دیں۔ اسمار کے علاوہ سب چلی گئیں۔ جب رسولؐ خدا نے اسمار کو وہیں موجود پایا تو دریافت کیا" تم ابھی تک کیوں نہیں گئیں"؟ اسمار نے فرمایا۔ میں نے حضرت خدیجہ(س) کی وفات کے وقت اُن سے وعدہ کیا تھا کہ فاطمہؑ کی شب عروسی خدیجہ (س) کی جگہ میں خدمت انجام دونگی۔ یہ سن کر رسولؐ خدا نے گریہ کیا اور اسمار کو وہاں رکنے کی اجازت دیتے ہوئے اُن کے لئے دعا کی اور باہر تشریف لے گئے۔ جب امیر المومنینؑ تشریف لائے تو وہ حضرت فاطمہؑ سے علاحدہ چلی گئیں۔

دختر رسولؐ سے اُن کی قربت والفت اُس وقت اور بڑھ گئی جب اُنہوں نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی ولادت کے موقعوں پر بے ماں کی بیٹی حضرت فاطمہؑ زہرا کو ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دی اسلام کی اس عظیم خاتون کی شخصیت اُس وقت اور نمایاں ہوتی ہے جب وہ نوجوان فاطمہ زہراؑ کے غسل میت جیسے روح فرسا عمل میں حضرت علیؑ کی مدد کرتی ہیں۔ یقیناً اسمار کے لئے یہ انتہائی غم واندوہ کی منزل تھی کہ جس فاطمہؑ کی شادی اور بچّوں کے تولد کے موقعوں پر اُنہوں نے ماں کے فرائض انجام دئے ہوں اسی کی شکستہ ولاغر میت کو غسل دینے میں شرکت کرنی پڑ رہی تھی۔

یہ وہ خاتون ہیں جو اخلاص قلبی کے ساتھ بہ حد کمال حضرت علیؑ سے محبت کرتی تھیں حضرت علیؑ سے شادی کے قبل بھی وہ اُن کے لئے مورد احترام تھیں۔ وہ اہلبیتؑ

رسولؐ کے تمام مصائب میں خود کو برابر شریک سمجھتی تھیں جس وقت حضرت فاطمہؑ دنیا سے رخصت ہوئیں تو عائشہ نے چاہا کہ وہ اُن کی بالیں پر پہنچیں مگر اسمار مانع ہوگئیں اسوقت اسمار ابوبکر کی زوجہ تھیں۔ حضرت ابوبکر نے اُن سے کہا۔

"دختر رسولؐ کی لاش کے قریب جانے سے تم نے زوجہ رسولؐ کو کیوں روکا"؟

انہوں نے فرمایا" یہ کام میں نے حضرت فاطمہؑ کی وصیت کے مطابق کیا ہے اُنہوں نے وصیت کی تھی کہ فلاں میری لاش کے قریب نہ آئے"۔

اسمار کو بہت سے غمگین حالات اور امتحانات سے گزرنا پڑا۔ لیکن اُن حادثات سے اُن کا خدا میں یقین اور قوّت ایمانی متاثر نہ ہوئی۔ چنانچہ صدر اسلام کے مسلمین کی جماعت میں انہیں ایک محترم مثالی خاتون کا درجہ دیا جاتا رہا ہے۔ بہت سے مسلم مرد اور خواتین نے اُن کی سبق آموز زندگی کو نمونہ قرار دیا۔ وہ ہمیشہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضرورت کو مقدم سمجھتی تھیں۔ خود مصائب برداشت کر کے ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرتی تھیں۔

موجودہ دور میں بھی مسلم خواتین اسمار کی زندگی کو اپنا نمونہ عمل بنا سکتی ہیں۔ مسلم خواتین کو قوّت ایمانی کے ساتھ اسمار بنتِ عمیس کی طرح ہر قسم کی شدائد و مصائب کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

حضرت

سُمیّہؓ

بنت

خیاط

مادر

عمار یاسر

سُمیّہ بنتِ خیّاطؒ

(مادرِ عمارِ یاسر)

سُمیّہ اسلام قبول کرنے والی ساتویں فرد تھیں۔ مگر انکا شرف و فضیلت صرف یہی نہیں بلکہ یہ ہے کہ وہ پہلی مسلم خاتون ہیں جنھیں درجہ شہادت حاصل ہوا۔ وہ یاسر کی زوجہ اور عمار کی والدہ تھیں۔ آغاز ظہور اسلام پر اس خانوادہ کے افراد تبلیغ اسلام میں دل و جان سے مصروف و مشغول تھے۔ سمیہ کے فرزند ارجمند حضرت عمار یاسر کا شمار اسلام قبول کرنے والوں میں سابقین و اولین کی جماعت میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ہی اللہ کے پیارے رسولؐ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والے دین مبین کو قبول کرنے کیلئے اپنے والدین کو مشورہ دیا تھا۔

سمیہ کا خاندان بت پرست اور قبیلہ قریش کا غلام تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اس کی ترویج و تبلیغ میں ہمہ تن فعال ہو گئے۔ وہ اپنی اسلامی فعالیت میں اتنے زیادہ موثر تھے کہ اُن کا آقا ابوجہل اُن کے اثر و رسوخ سے خوفزدہ ہوگیا۔ اپنے غلاموں میں بت پرستی سے بغاوت کے جذبات دیکھ کر وہ غصہ سے آگ بگولہ ہوگیا اور سُمیّہ کے گھر پہنچا۔ وہاں پہنچکر اس

خاتون پر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑ دیئے۔ اس کی ایسی شکنجہ کشی کی جس نے قریش کے مظالم کا رکارڈ توڑ دیا۔ جب ان کی شکنجہ کشی کی اطلاع رسولؐ خدا کو ملی تو آپؐ نے فرمایا، صبر کرو۔ خداوند عالم کی طرف سے تمھیں جنّت کی بشارت دی جاتی ہے۔

ابوجہل کا خیال تھا کہ اس شکنجہ کشی کے بعد غلام اس کے فرمانبردار ہو جائیں گے۔ مگر یہ محض اس کی غلط فہمی تھی، سمیہؓ اور اس کا خاندان صدق دل سے خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاچکے تھے۔ اس نے سوچا تھا کہ سمیہ صنف نازک اور کنیز ہے لہٰذا اس کو آسانی سے بدلا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنے ظلم و بربریت کا نشانہ سب سے پہلے سمیہ کو ہی بنایا۔ وہ انتہائی دلخراش تکالیف اور ایذائیں برداشت کرتی رہیں لیکن حضرت محمدؐ کی رسالت اور اسلامی عقائد سے انحراف نہ کیا۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ اس کے مظالم کا کوئی نتیجہ نہ نکلا، شقی القلب ابوجہل اس کے شوہر اور بیٹے کی طرف پلٹا اور انھیں بھی انتہائی شقاوت کے ساتھ زد و کوب کرنا شروع کر دیا اور ان کی بھی سخت شکنجہ کشی کی تاکہ سمیہ اپنے پیاروں کی اذیّت اور چیخ پکار کا بھی مشاہدہ کرلے۔ اپنے دلبندوں پر دل شکن ایزا رسانی دیکھنے کے باوجود اس جانباز خاتون کی جرأت میں ہزاروں گنا اضافہ ہوتا جا رہا تھا وہ خود میں لافانی قوت محسوس کر رہی تھیں چنانچہ عقیدے کی تبدیلی کے لئے ظالم کے مطالبہ سے انکار ہی کرتی رہیں۔ اُن کے عزم محکم اور مصمم عقیدے نے ابوجہل پر عجیب و غریب کیفیت طاری کر دی۔ وہ اس کشمکش میں پڑ گیا کہ یہ کیونکر ممکن ہو سکا کہ ایک عورت جو کنیز اور بے سہارا ہے اُس نے میرے متعدد جسمانی و نفسیاتی مظالم کو برداشت کرلیا ؟!

اُس نے دیوانہ وار جارحانہ انداز میں سمیہ کے چہرے پر ٹھوکریں مارنی شروع کر دیں۔ وہ بیچاری منہ سے خون اُگل رہی تھی اور اپنے خالق و مالک کو ان مظالم کے انتقام کیلئے پکار رہی تھی۔ وہ ظالم پاگلوں کی طرح اُسے مارے جا رہا تھا اور کہتا تھا کہ محمدؐ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے برأت اختیار کر۔ سمیہ چلا کر کہتی رہی کہ جارحین و متکبرین کے ساتھ خدا عدل کرے گا۔ اے ابوجہل میں تجھ سے روز قیامت ملونگی۔

متکبر و مستکبر ابوجہل پر دیوانگی سوار ہو چکی تھی۔ پیارے شوہر اور چہیتے بیٹے کی موجودگی میں اُس ظالم نے سمیہ کی چھاتی میں نیزہ مار دیا۔ مگر یہ جراتمند خاتون آخری لمحہ تک اپنے عقیدے پر قائم رہی۔ آخری سانسوں میں اُس نے پیغمبر اسلامؐ کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ اے خدا کے رسولؐ گواہ رہنا کہ ایک جارح و مستکبر کافر نے مجھ پر مظالم کی انتہا کر دی ہے۔ آخرکار اذیت اور نیزہ کے زخم کی تاب نہ لا کر جرأت و ایمان کی یہ مثالی شمع خاموش ہو گئی۔

اُس وقت ظالم و جابر کافر ابوجہل وحشیانہ انداز میں قہقہہ لگا کر بولا کہ "تو اس عورت سے تو چھٹکارا مل گیا"! تاہم یہ کنیز ہی تھی جسکے سامنے اُس ملعون کا غرور چکنا چور ہو گیا اور وہ ایک عورت کو بھی راہ خدا سے منحرف نہ کر سکا۔

حضرت عمار یاسر کا خاندان مستقل ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہا۔ جب عمار نے رسول خداؐ سے شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا "صبر کرو، خداوند عالم یاسر کے خاندان کے کسی بھی فرد کو آتش دوزخ کے قریب نہیں پہنچنے دے گا۔"

مشرکین نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ مسلمانوں کی اس قدر شکنجہ کشی کی جائے کہ یا تو وہ اسلام سے دست بردار ہو جائیں یا حالت شکنجہ میں جان دیدیں۔ عمار کی والدہ سمیہ اور والد یاسر ظالموں کے شکنجے میں شہید ہو گئے لیکن عمار نے شرا عدا ر

سے بچنے کیلئے "تقیہ" سے کام لیا اور اپنی زبان سے مسلمان نہ ہونے کا اظہار کر کے آزادی حاصل کر لی: خداوند متعال حضرت عمار کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

"علاوہ اُن لوگوں کے جنھوں نے ظلم و زیادتی کے خوف سے مسلمان نہ ہونے کا اظہار کیا مگر اُن کے دل ایمان سے مطمئن تھے"۔ ع۱

ع۱ اِلّا مَن اُکرِہَ وقلبُہٗ مطمئنٌ بالایمان۔ سورہ نحل آیت ۱۰۶

حضرت

نسیبہ

بنت

کعب

نسیبہ (س) بنتِ کعب

مدینہ منوّرہ کی اکثر خواتین اسلام کی عظیم خاتون نسیبہ بنت کعب کے پاس آیا کرتی تھیں اور اُن سے اصرار کرتی تھیں کہ آپ میدان اُحد میں حضرت رسولؐ خدا کے ہمراہ جنگ میں شرکت کے واقعات سنائیے۔ وہ بی بی اُن کو سرگذشت سنایا کرتی تھیں۔

وہ قصہ مختصراً یہ ہے کہ جنگ اُحد سے کچھ قبل ہی مومنین نے نسیبہ کا نام پہلی مرتبہ سنا تھا۔ ظہور اسلام کے باوجود اُس دور میں زیادہ تر عورتیں دورِ جاہلیت کے رسم ورواج میں جکڑی ہوئی تھیں۔ ان کو محض گھر کے سامان کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ عورتیں بھی خود کو مرد کے تئیں اباب خانہ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتی تھیں۔ جس طرح گھر میں دیگر سامان اُسی طرح عورت بھی ۔۔۔ ایسے ماحول میں اس بات کو عجیب وغریب سمجھا جا رہا تھا کہ جنگ اُحد میں شرکت اور پیغمبرؐ اسلام کی حمایت کا اظہار کرنے کی غرض سے ایک خاتون مردوں کے وفد کی رہنمائی کرتی ہوئی رسولؐ خدا

کی خدمت میں جا رہی ہے۔

اپنے شوہر، بچوں اور دیگر افراد کے ہمراہ خدمت رسولؐ میں پہنچنے پر اُنہوں نے حفاظت دین کے لئے جنگ اُحد میں شرکت کی خواہش ظاہر کی۔ نسیبہ بنت کعب نے وفد کی نمائندگی کرتے ہوئے پیغمبرؐ اسلام سے درخواست کی کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنے خاندان کے ساتھ آپ کے ہمراہ جنّت میں داخل ہوں۔ یہ سن کر رسولؐ خدا نے دست دعا بلند کئے اور فرمایا۔ انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔

جب جنگ اُحد شروع ہوئی تو نسیبہ پانی سے بھری بھاری مشک اپنی پشت پر لے کر میدانِ جنگ میں پہنچ گئیں۔ دوران جنگ جو شخص بھی پانی طلب کرتا تھا۔ نسیبہ اس کو پانی سے سیراب کرتی تھیں۔ وہ گھماسان لڑائی کے بیچ بغیر کسی تکان یا تساہلی کے زخمی فوجیوں کی مرہم پٹی کر رہی تھیں۔ مسلمانوں نے دلیرانہ جدّوجہد کے سہارے مشرکین قریش پر حملہ کر کے فتح حاصل کر لی تھی لیکن ان کی یہ بنیادی فتح پہاڑی راستہ پر تعینات مسلم محافظین کی لاپرواہی کی وجہ سے شکست میں بدل گئی۔ اس راہ کے محافظین اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔ دشمن کو دوبارہ واپس آ کر حملہ کرنے کا موقعہ مل گیا۔ مسلم فوج کی تنظیم و ترتیب منتشر ہو چکی تھی نیز افواہ پھیلا دی گئی کہ محمدؐ قتل کر دیئے گئے اس افواہ کے پھیلتے ہی مسلمانوں کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور دوسری طرف مشرکین کی ہمّت بڑھ گئی۔

جب نسیبہ نے میدانِ جنگ میں مسلم فوج کی پژمردگی اور افراتفری نیز خطرناک صورت حال کو محسوس کیا تو انہوں نے خود تلوار اٹھائی اور دشمن سے لڑنا شروع کر دیا۔ وہ بہادری کے ساتھ جنگ کرتی رہیں۔ انہوں نے دشمن کے کئی فوجیوں پر بھرپور وار کئے ان کی بہادرانہ جنگ باقی ماندہ مسلم فوجیوں

کے لئے حوصلہ افزائی کا باعث بنی۔ اس جنگ میں اگر خود رسولؐ خدا اور ان کے کچھ ساتھیوں نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کیا ہوتا تو مسلمانوں کا کام تمام ہو جاتا بہر حال ان لوگوں نے دوبارہ اپنی فوج کو منظم کر لیا اور ذلت آمیز شکست سے بچ گئے۔

اسی اثنا میں نسیبہ کے کاندھے پر ایک ضرب لگنے کی وجہ سے کاری زخم ہو گیا۔ زخم سے خون کی فوّار اُبل پڑی۔ پیغمبرؐ اسلام نے اس کے کاندھے پر زخم دیکھتے ہی اُسکے ایک بیٹے کو حکم دیا کہ اپنی والدہ کی مرہم پٹّی کر دو۔ اسی دوران نسیبہ نے دیکھا کہ اس کا ایک بیٹا زخمی ہو گیا ہے۔ وہ اپنی تکلیف بھول کر اپنے بیٹے کی مرہم پٹّی میں مصروف ہو گئیں۔ بیٹے کی مرہم پٹّی کرنے کے بعد نسیبہ نے اُسے فوراً دوبارہ میدانِ جنگ میں لڑنے کے لئے بھیج دیا۔ ابھی نسیبہ کی مرہم پٹّی نہ ہوئی تھی کہ پیغمبرؐ اسلام نے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس شخص نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا تھا۔ نسیبہ فوراً زخمی شیرنی کی طرح اس کافر پر حملہ آور ہوئیں اور ایک ہی وار میں اس کو واصل جہنم کر دیا۔

جب جنگ ختم ہو گئی تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نسیبہ کے گھر اپنا نمائندہ بھیج کر اس کی خیریت دریافت کی۔ روایت ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کو یہ جان کر مسرّت ہوئی کہ نسیبہ ابھی باحیات ہے۔ لیکن ان کا زخم اتنا گہرا تھا کہ اس کو ٹھیک ہونے میں پورا ایک سال لگ گیا۔

دو بچّوں کی ماں نسیبہ بنت کعب ہمارے ایمان کی تازگی اور حوصلہ افزائی کے لئے مشعلِ روشن بنا رہیں۔ انہوں نے دورِ جاہلیت کی تہذیب کو ٹھکرا کر خود کو حقیقی مسلم خاتون کی حیثیت سے پیش کیا۔

حضرت

نرجس خاتون (س)

مادر

حضرت امام مہدی آخرالزماں عج

حضرت نرجس خاتون

مادر

حضرت امام مہدی آخرالزمانؑ

ابن بابویہ اور شیخ طوسی نے بشر بن سلیمان بردہ فروش سے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے۔ واضح رہے کہ یہ بشر بن سلمان ابو ایوب انصاری (صحابی رسولؐ) کی اولاد سے ہیں۔ اور امام علی نقیؑ و امام حسن عسکریؑ کے خاص محبوں میں سے ہیں نیز شہر سرمن رائے میں ان کے ہمسایہ بھی تھے ـــــ وہ کہتے ہیں کہ ایک روز امام علی نقیؑ کا خادم 'کافور' میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو امامؑ نے یاد فرمایا ہے۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے نزدیک بیٹھ گیا تو انھوں نے فرمایا کہ تم انصاری کی اولاد ہو۔ تم لوگوں کے دلوں میں زمانۂ رسولؐ سے آج تک ہمیشہ ہم اہلبیتؑ کی محبت و مودۃ رہی ہے۔ تم ہمارے نزدیک موردِ اعتماد رہے ہو۔ میں ایک خاص کام تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ وہ ایسی فضیلت کا کام ہے جس کو کرنے کے لئے ہمارے شیعہ ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہیں گے۔ لیکن میں سب پر تمہیں فوقیت دے رہا ہوں۔ یعنی ایک کنیز خریدنے کے لئے تمہیں بھیج رہا ہوں۔ آپنے انگریزی زبان میں ایک نامہ تحریر فرمایا اور اپنی مہر اس پر ثبت کر کے مہر بند کر دیا۔ اور ایک تھیلی باہر

لائے جس میں ۲۲۰ اشرفیاں تھیں۔ فرمایا اس خط اور رقم کو لے کر بغداد جاؤ۔ فلاں روز صبح کے وقت جو کشتیاں اسیروں کو لے کر ساحل پر آئیں گی۔ ان کشتیوں میں سوار ساری کنیزوں پر نظر رکھنا۔ تم دیکھو گے کہ بنی عباس کے عمال اور امراء و رؤساء اور کچھ عرب نوجوان اسیروں کے نزدیک جمع ہو جائیں گے۔ تو تم دور سے نظر کرنا کہ عمرو بن یزید نام کے بردہ فروش کے پاس ایک کنیز ہے۔ اس روز جب خریدار اس کے پاس آئیں گے تو فلاں فلاں اوصاف والی کنیز ان کے ہاتھ فروخت ہونے سے انکار کرتی رہے گی وہ ریشمی لباس پہنے ہوگی۔ جب کوئی اس کو دیکھنا چاہے گا تو وہ کنیز رومی زبان میں منع کر دے گی۔

تم سنو گے کہ وہ بزبان رومی کہتی ہوگی کہ وائے ہو میری بے پردگی ہوئی۔ تب دیکھنا ایک خریدار اس کے مالک سے کہے گا کہ میں اس کنیز کی قیمت تین سو اشرفی دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں اسکی عفت کی وجہ سے اس کی طرف راغب ہوں۔ تب وہ کنیز عربی زبان میں اس شخص سے کہے گی کہ اگر حضرت سلیمان بن داؤد ظاہر ہو جائیں اور وہ اپنی ساری دولت مجھے دے کر تیرے لئے خریدنا چاہیں تب بھی میں تیری طرف راغب نہیں ہوں گی لہٰذا اپنے مال کو ضائع مت کر اور میری قیمت مت دے۔ تب اس کا بردہ فروش کہے گا کہ میں تیرے سلسلے میں کیا کروں تو تو کسی خریدار سے راضی ہی نہیں ہوتی؟ لہٰذا تجھے اس کے ہاتھ بیچنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ تب وہ کنیز کہے گی کہ جلدی کیوں کرتا ہے میرا خریدار بھی آئے گا جس سے میرا دل ملے گا جس کی وفا و دیانت پر مجھے اعتماد ہوگا۔ اس وقت اے بشر! اس کنیز کے مالک کے پاس جانا اور کہنا کہ میرے پاس اشراف و بزرگواران میں سے ایک کا خط بزبان انگریزی ہے جس میں انھوں نے اپنے کرم و سخاوت و وفاداری اور اپنے دیگر اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ یہ خط اس کنیز کو دے دینا اور کہنا کہ "اگر اس صاحب خط سے راضی ہو تو میں ان بزرگ کی طرف سے اس کو خریدنے کے لئے وکیل معین کیا گیا ہوں"۔

بشر بن سلیمان کا کہنا ہے کہ جس طرح بیان فرمایا تھا وہ سب بعینہ میرے مشاہدے میں آیا۔ جب کنیز نے خط پر نظر کی تو بہت روئی اور عمر بن یزید سے کہا کہ مجھے اس صاحب نامہ کے ہاتھ فروخت کر دے۔ نیز بہت سی قسمیں کھا کر کہا کہ اگر تو مجھے اِس کے ہاتھ نہ فروخت کرے گا تو میں خود کو ہلاک کر لوں گی۔ اس کی قیمت کے بارے میں بہت لے دے ہوئی آخر کار اس نے جو قیمت معین کی وہ وہی تھی جو امام علی نقیؑ نے عطا فرمائی تھی۔ غرض وہ رقم اسے دے کر کنیز کو ساتھ لے کر چل دیا۔ کنیز بہت زیادہ مسرور و شادمان ہو گئی۔ وہ میرے ساتھ اس حجرے میں آئی جو میں نے بغداد میں لے رکھا تھا۔ امامؑ کے خط کو نکالا بوسہ دیا آنکھوں سے لگایا۔ اپنے بدن پر ملا۔ پس میں نے تعجب سے کہا کہ تو اُن کے نامہ کو بوسہ دے رہی ہے جسے ابھی پہچانتی بھی نہیں ہے۔ کنیز نے کہا "اے وارث انبیاء اور آلِ پیغمبرؐ کی کم معرفت رکھنے والے عاجز شخص دل و دماغ کو حاضر کر کے کان کھول کر سُن! میں اپنے حالات صرف تجھے پہلی مرتبہ سنا رہی ہوں: میں روم کے بادشاہ قیصر کے بیٹے یشوعا کی بیٹی ہوں۔ میری ماں وصی حضرت عیسیٰؑ حضرت شمعون بن حمون بن الصفا کی دختر ہیں۔ میں تجھے عجیب و غریب باتیں بتاتی ہوں۔"

"سُن جب میں تیرہ سال کی تھی تو میرے جد قیصر نے چاہا کہ میرا عقد اپنے بھائی کے بیٹے سے کر دیں اس نے اپنے محل میں تین سو حواریان عیسیٰؑ و علماء نصاریٰ و عباد اور سات سو صاحبان قدر و منزلت اور چار ہزار نفر پر مشتمل امراء لشکر و سرداران عسکر و بزرگانِ سپاہ و سرکردہ قبائل کو جمع کیا۔ پھر اس کے حکم سے تخت آراستہ ہوا اسے مختلف قسم کے جواہرات سے مرصع کیا گیا۔ اس تخت کے چار پائے تھے جس کی بلندیوں پر صلیب و بت وغیرہ لگائے گئے تھے۔ وہ اپنے بھتیجے کے ساتھ اس تخت پر پہنچا۔ جیسے ہی عیسائی مبلغین نے کچھ پڑھنے کے لئے انجیل کو اپنے ہاتھوں میں لیا، تخت پر آویزاں بت اور صلیب سرنگوں ہو کر زمین پر گر پڑے، تخت کے پائے ٹوٹ گئے، تخت گر پڑا، بادشاہ کا بھتیجا تخت

سے نیچے آگرا اور بیہوش ہوگیا۔ اس حالت کو دیکھ کر عیسائی مبلغین کے چہروں کے رنگ اڑ گئے، وہ کانپنے لگے، تب ان کے بڑے پادری نے میرے جد سے کہا۔ "اے بادشاہ ہماری جان بخشی ہو تو عرض کروں کہ یہ ایسا عجیب و غریب اور منحوس امر ظہور میں آیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دین مسیحی جلد ہی زوال پذیر ہو جائے گا۔ پس میرے جد نے اسے فالِ بد سمجھا اور مسیحی علماء اور پادریوں کو حکم دیا کہ دوبارہ تخت تیار کر کے اس میں بت اور صلیب خود آویزاں کرو۔ اور سب پر واضح کیا کہ اس بدبخت بھتیجے سے میری دختر کی شادی نہیں ہو گی بلکہ دوسرے بھتیجے سے ہو گی تاکہ اس بھتیجے کی نحوست دیگر کی سعادت کے سبب زائل ہو جائے۔ پھر جب دوبارہ وہی سب کچھ کیا گیا تو دوسرا بھتیجا تخت پر بادشاہ کے نزدیک بیٹھا۔ جیسے ہی پادریوں نے انجیل کھولی اور کچھ پڑھنا چاہا تو وہ تخت بھی پہلے کی طرح زمین پر آگرا اور اس بھائی کی نحوست پہلے کے برابر نکلی۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھ رہے تھے کہ اس امر میں ان دونوں بھائیوں کی نحوست نہیں بلکہ اسرارِ الٰہی پنہاں ہے۔

"لوگ منتشر ہو گئے، میرے جد غمگین حرم سرا میں آگئے اور خجالت کے پردوں میں پنہاں ہو گئے۔ جب رات ہوئی تو میں نے خواب دیکھا کہ حضرت عیسیٰؑ مسیح، شمعون اور جملہ حواریین میرے جد کے محل میں جمع ہوئے ہیں اور ایک نورانی منبر نصب کیا گیا جس کی بلندی آسمان کو چھو رہی تھی۔ اسی اثناء میں میرے جد کا تخت بھی وہاں لایا گیا۔ اسکے فوراً بعد رسالت مآب حضرت محمدؐ اپنے وصی و داماد علیؑ بن ابی طالبؑ و جملہ آئمہ طاہرینؑ و فرزندان آنجنابؐ نے اپنے مبارک قدموں سے محل کو نورانی کر دیا۔ پس حضرت مسیح تعظیم و اجلال و استقبال حضرت خاتم الانبیاء کے لئے آگے بڑھے اور آنحضرتؐ سے بغلگیر ہو گئے۔ حضرت رسالت پناہؐ نے فرمایا۔ "اے روح اللہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ آپ کے وصی شمعون کے بیٹے کی شہزادی کو اپنے اس فرزند سعید ارجمند کے لئے طلب کریں۔ اور

برجِ امامت وخلافت حضرت امام حسن عسکریؑ کی طرف اشارہ کیا۔ اور اے بشر! یہی وہ حضرت ہیں جنکے جد کا خط تو نے مجھے دیا ہے۔ حضرتؐ نے حضرت شمعون کی طرف نظر کی اور فرمایا۔ شرفِ دوجہاں تمہارے سامنے ہے۔ اپنی عترت کا عترتِ محمدؐ سے عقد کر دیجیے۔ پس شمعون نے فرمایا۔ میں نے کیا۔

"پھر رسولؐ خدا اس منبر پر تشریف لائے اور میرا خطبہ نکاح پڑھا۔ حضرت مسیح اور پیغمبرؐ اسلام نے حضرت حسن عسکریؑ کے ساتھ میرا صیغہ نکاح جاری کیا۔ اور رسولؐ خدا اور حواریین گواہ کیے گئے۔

"جب میں اس خوابِ سعادت مآب سے بیدار ہوئی تو اس خوف میں کہ اگر میں اپنے جد سے اس کا ذکر کروں تو مبادہ مجھے قتل نہ کر دیں، میں نے اس خزانۂ خواب کو سینے میں پنہاں رکھا اور کسی سے ذکر نہ کیا۔ اور اس خورشید فلکِ امامت کی آتشِ محبت میرے دل میں بھڑکتی رہی اور سرمایہ صبر و قرار میرا ساتھ چھوڑ گیا۔ یہاں تک کہ میرے لئے کھانا پینا تک حرام ہو گیا۔ چہرہ و بدن، روز بروز مثل خشک تنکا ہوتا چلا گیا۔ عشق پنہاں کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ پس روم کے کسی شہر میں کوئی طبیب نہ تھا جسے میرے جد نے میرے لئے حاضر نہ کر دیا ہو۔ اور اس سے میرے مرض کی دوا نہ طلب کی ہو۔ مگر کسی سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ چنانچہ جب وہ میرے درد کے علاج سے مایوس ہو گئے تو ایک روز کہا کہ میری نورِ چشم آیا تجھے دنیا کی کسی چیز کی خواہش ہے جسے میں تیرے لئے مہیا کر دوں؟

"میں نے کہا۔ اے جد بزرگوار میں اجابت دعا کے در بند دیکھ رہی ہوں اگر اپنے قید خانوں میں اسیر مسلمانوں کی شکنجہ کشی اور آزار و ایزا رسانی سے آپ باز آجائیں ان کی زنجیروں کو کٹوا دیں، انھیں قید و بند سے رہائی عطا کر دیں تو مجھے امید ہے کہ حضرت مسیح و ان کی والدہ گرامی ہمیں عافیت بخش دینگی۔ جیسے ہی انھوں نے ایسا کیا مجھ میں آثارِ صحت نمودار